لیے پھرتی ہے بلبل چونچ میں پھول
شہید ناز کی تربت کہاں ہے

# قبروں کے پھول

المعروف

# فوائد النور فی جرائد القبور

تصنیف

سید المفسرین حضرت صدر الافاضل مولانا حکیم سید محمد نعیم الدین صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان
بانی الجامعۃ النعیمیۃ مراد آباد

ناشر
شرکت نعیمیہ
۴۲۳ مٹیا محل جامع مسجد دہلی، فون ۳۲۵۱۹۲۶

| | |
|---|---|
| نام کتاب | فرائد النور فی جرائد القبور |
| تصحیح کتاب | مولانا غلام یٰسین نعیمی اشرفی مدرس جامعہ نعیمیہ |
| کاتب | مولانا حبیب احمد نعیمی جامعہ نعیمیہ مرادآباد |
| سن اشاعت | ۱۹۹۸ء مطابق سنہ ۱۴۱۹ھ |
| نگران طباعت | محمد ضیا اشرف نعیمی اشرفی |
| ناشر | محمد یامین نعیمی اشرفی، جامعہ نعیمیہ |
| قیمت | |

معاون

ارکین شرکت نعیمیہ، ۴۲۳ مٹیا محل جامع مسجد دہلی

فون، ۳۲۵۱۹۲۶




# بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُبحَانَكَ یا من یُسبّح بحمدہٖ اغصان النخل واوراق الاشجار ویستلذ بذکرہٖ السنۃ البقول والریاحین والازھار وان من شیٔ الا یسبح بحمدہٖ کل لیل ونہار وھو الرحیم الکریم الغفار والصلوٰۃ والسلام علٰی من غرس جرید الارشاد وقصیب الہدایۃ فی اراضی القلوب لازالۃ الغوایۃ لیخفف بہ عذاب النار وھو سیدنا وسیدالابرار مولانا ومولی الاخیار النبی الامی الامین المختار محمد شفیع المذنبین عند الجلیل الجبار وعلٰی اٰلہٖ واصحابہ البررۃ الاخیار الاطہار اما بعد فقیر محمد نعیم الدین حفظہ اللہ تعالٰی بمزید الصدق الیقین مرادآبادی ارباب انصاف کی عالی خدمات میں التماس کرتا ہے کہ اس فقیر نے ایک عزیز کے سوال کے جواب میں قبروں پر پھول اور شاخیں ڈالنے کے استحباب میں ایک فتوٰی لکھا تھا۔

مولوی حکیم ھدایت علی صاحب نے جو فریق مخالف کے ایک زبردست عالم سمجھے جاتے ہیں اور مدرسہ مسجد شاہی مرادآباد کے مہتمم اور بعض مدرسین مدرسہ مذکورہ کے استاذ بھی ہیں) اس کا جواب تحریر فرمایا۔ اب میں پہلے اپنا فتوٰی، اس کے بعد حکیم صاحب کی تحریر نقل کرکے جواب الجواب پیش کرتا ہوں اور حضرات اہل اسلام سے عرض کرتا ہوں کہ بنظر انصاف ملاحظہ فرمائیں اور جب میری تحریر میں حق صریح دیکھیں اور صدق و راستی پائیں تو مجھے دعائے خیر سے بھول نہ جائیں اللہ تبارک وتعالٰی اس دینی خدمت کو میرا کفارہ ذنوب بنائے۔ آمین ثم آمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سید المرسلین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین،،

## فقیر کا پہلا فتویٰ قبروں پر ترشاخیں اور پھول ڈالنے کے بیان میں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قبر پر شاخ سبز کسی درخت کی ڈالنا اور اس سے تخفیفِ عذاب کی امید رکھنا شرعًا جائز ہے یا نہیں اور پھول ڈالنا بھی جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی محمد سراج الدین محلہ بھٹی مراد آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ و نصلّی علٰی نبیہ الکریم

وبعد فاقول بتوفیقہٖ تعالیٰ قبر پر سبز شاخ کا ڈالنا یا گاڑھنا حدیث صحیح متفق علیہ سے ثابت ہے چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں صفحہ ۴۲ پر ہے :

عن ابن عباس قال مر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بقبرین فقال انھما لیعذبان وما یعذبان فی کبیر اما احدھما فکان لا یستتر من البول وفی روایۃ لمسلم لا یستنزہ من البول واما الاٰخر فکان یمشی بالنمیمۃ ثم اخذ جریدۃ رطبۃ فشقھا بنصفین ثم غرز فی کل قبر واحدۃ قالوا یا رسول اللہ لم صنعت ھذا فقال لعلہ ان یخفف عنھما ما لم ییبسا متفق علیہ

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو قبروں پر گزرے پس فرمایا کہ یہ دونوں عذاب کئے جاتے ہیں اور کسی بڑے امر میں عذاب نہیں کئے جاتے (یعنی انکے خیال میں انکے عذاب کا سبب کوئی بڑا گناہ نہ تھا) لیکن ان میں کا ایک پیشاب سے بچتا نہ تھا یعنی پیشاب کرتے وقت پردہ کا لحاظ کرتا تھا مسلم کی روایت میں ہے کہ پیشاب سے بچتا نہ تھا اور لیکن دوسرا وہ چغلخوری کرتا تھا پھر جناب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خرما کی ایک تر شاخ لیکر اس کے دو حصے کئے پھر ہر قبر میں ایک حصہ کو جما دیا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا اے رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یہ آپ نے کس لئے کیا ؟ فرمایا کہ ان دونوں قبر والوں کے عذاب میں تخفیف ہو جبتک کہ یہ دونوں حصے شاخ خرما کے تر رہیں۔

کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال للشیخ علاؤ الدین علی المتقی مطبوعہ مطبع دائرۃ المعارف النظامیہ الواقعۃ فی حیدر آباد الدکن، کے صفحہ ۱۲۱ جزء ثامن کتاب الموت من قسم الافعال میں سوال القبر وعذابہ کے زیر عنوان موجود ہے :



عن ابی ھریرۃ قال مر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی قبرین فقال ائتونی بجریدتین فاتوہ بھما فجعل احدھما عند رجلیہ والاخری عند راسہ فقال ان ھذا کان یعذب فی قبرہ فقال بعضھم ما ینفعہ ھذا یا نبی اللہ فقال یخفف عذابہ ما دام فیھما ندوۃ (ابن جریر) عن ابی الحسناء عن ابی ھریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ مر بقبرین فاخذ سعفۃ او جریدۃ فشقھا فجعل احدھما علی احد القبرین والشقۃ الاخری علی قبر الاٰخر فسئل فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجل کان لا یتقی من البول والمراۃ کانت تمشی بین الناس بالنمیمۃ فاستنظر بھما العذاب الی یوم القیٰمۃ (ق فی کتاب عذاب القبر)

عن ابی حازم عن ابی ھریرۃ قال مر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی قبر فقال ائتونی بجریدتین فجعل احدھما عند راسہ والاخری عند رجلیہ فقلنا لہ یا رسول اللہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو قبروں پر گزرے تو ارشاد فرمایا کہ دو شاخیں لاؤ لوگوں نے دو شاخیں پیش کیں تو آپ نے انہیں سے ایک کو اس کے پیروں کی طرف اور دوسری کو اس کے سر کے پاس رکھا اور ارشاد فرمایا کہ اس کو قبر میں عذاب ہو رہا تھا تو کچھ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ اسکو کیا فائدہ دیگی آپ نے فرمایا جبتک ان میں تری رہے گی اس کا عذاب ہلکا اور کم ہو جائیگا (ابن جریر) جناب ابو الحسناء حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی وہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے راوی کہ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے تو آپ نے کھجور کی ایک شاخ کو لیکر چیرا اور انہیں سے ایک کو ایک قبر پر رکھا اور دوسری کو دوسری قبر پر رکھا آپ سے دریافت کیا گیا تو ارشاد فرمایا کہ ایک مرد ہے جو پیشاب (کی چھینٹوں) سے نہ بچتا تھا اور یہ ایک عورت ہے جو لوگوں میں غیبت خوری کیا کرتی تھی تو ان دونوں کے سبب عذاب قیامت تک مؤخر ہو جائیگا۔ حضرت ابو حازم جناب ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر پر گزرے اور ارشاد فرمایا دو شاخیں لاؤ تو آپ نے ایک کو اس کے سر کے

اینفعه ذلك قال لن یزال یخفف عنه بعض عذاب القبر ما دام فیها ندوة (ق فی کتاب عذاب القبر)

پاس اور دوسری کو اس کے پیروں کی طرف رکھا ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ اس کو نفع بخش ہوگا آپ نے فرمایا کہ جبتک ان میں تری رہیگی اس سے عذابِ قبر کچھ ہلکا ہو جایگا

اب ان چاروں حدیثوں سے ثابت ہوگیا کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سبز شاخیں قبروں پر لگائیں اور ان سے تخفیفِ عذاب کی امید دلائی تو بیشک تر شاخوں کا قبروں پر لگانا کم از کم مستحب ثابت ہوا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فعل ہے اور نیز صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا چنانچہ شرح الصدور صفحہ ۲۱۱ میں مرقوم ہے:

واخرج بن عساکر من طریق حماد بن سلمة عن قتادة ان ابا برزة الاسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنه کان یحدث ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم مر علی قبر صاحبه یعذب فاخذ جریدة فغرسها فی القبر وقال عسی ان یرفعه عنه ما دامت رطبة فکان ابو برزة یوصی اذا مت فضعوا فی قبری معی جریدتین قال فمات فی مفازة بین کرمان وقومس فقالوا کان یوصینا ان نضع فی قبره جریدتین وهذا موضع لا یصیبها فیه فبیناهم کذلك اذ طلع علیهم رکبة من قبل سجستان فاصابوا معهم سعفا فاخذوا الجریدتین فوضعوهما معه فی قبره واخرج بن سعد عن مسروق قال اوصی

قتادہ سے مروی ہے کہ ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث بیان کرتے تھے کہ سرورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک قبر پر گزرے اور صاحبِ قبر اس وقت عذاب میں گرفتار تھا پس حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شاخ خرما کی لیکر قبر میں گاڑ دی اور فرمایا کہ اس سے تخفیفِ عذاب کی امید ہے جبتک کہ یہ تر ہے پھر ابو برزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصیت کرتے تھے کہ میرے ساتھ میری قبر میں دو شاخیں رکھ دینا راوی نے بیان کیا ہے کہ ان کی وفات کرمان و قومس کے درمیان ایک جنگل میں ہوئی لوگوں نے کہا کہ ابو برزہ ہم کو وصیت کر گئے ہیں کہ ہم ان کی قبر میں دو شاخیں رکھ دیں اور یہ ایسا مقام ہے کہ یہاں شاخیں نصیب نہیں یہی گفتگو تھی کہ سجستان کی طرف سے چند سوار ظاہر



بریدة ان یجعل فی قبره جریدتان

ہوئے اور ان کے ساتھ شاخ پائی جس کی دو ٹہنیاں بنا کر ان کے ساتھ ان کی قبر میں رکھدیں اور مسروق سے روایت ہے کہ بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی کہ ان کی قبر میں دو شاخیں رکھدی جائیں۔

اب یہ بخوبی ثابت ہوگیا کہ قبر میں تر شاخوں کا ڈالنا یا گاڑھنا جس طرح سنتِ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہے اسی طرح سنتِ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی بھی ہے۔ ردالمحتار شرح الدر المختار مطبوعہ مصر صفحہ ۹۴۶ میں ہے:

ومن الحدیث ندب وضع ذلك للاتباع ویقاس علیه ما اعتید فی زماننا من وضع اغصان الآس ونحوه وصرح بذلك ایضا جماعة من الشافعیة وهذا اولی مما قاله بعض المالکیة من ان التخفیف عن القبرین انما حصل ببرکة یده صلی اللہ علیه وسلم او دعائه لهما فلا یقاس علیه غیره وقد ذکر البخاری فی صحیحه ان بریدة بن الحصیب رضی اللہ تعالیٰ عنه اوصی بان یجعل فی قبره جریدتان. واللہ تعالیٰ اعلم

خلاصہ یہ ہے کہ تر شاخیں قبر پر رکھنے یا ڈالنے کا استحباب حدیث سے ثابت ہے اور اسی پر قیاس کیا جائے جو ہمارے زمانے میں آس وغیرہ کی شاخیں ڈالنے کی عادت ہوگئی ہے۔ شافعیوں کی ایک جماعت نے بھی اس کی تصریح کی ہے اور یہ مالکیوں کے اس قول سے اولیٰ ہے کہ تخفیف دونوں قبروں میں بسبب برکتِ دستِ مبارک حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاصل ہوئی تھی یا آپکی دعا سے ان دونوں کے لئے پس اس پر قیاس نہ کیا جائیگا اور بخاری نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے کہ بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی کہ ان کی قبر میں کھجور کی دو شاخیں رکھدی جائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اب بحمدہ تعالیٰ چھ حدیثوں سے اور فقہ کی کتاب کی صریح عبارت سے قبر پر شاخیں ڈالنے، گاڑھنے کا استحباب ثابت ہوگیا۔ رہا پھول قبروں پر ڈالنا یہ بھی مستحسن ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

وَوَضْعُ الوَرْدِ وَالرَّيَاحِينِ عَلَى القُبُورِ حَسَنٌ واللہ تعالیٰ اعلم

گلاب اور پھولوں کا قبروں (مزاروں) پر ڈالنا بہتر ہے۔

کتبہ

العبد المسکین محمد نعیم الدین خصہ اللہ بمزید الصدق والیقین

المرادآبادی، عفی عنہ الہادی

اس فتوی پر حکیم صاحب نے یہ جواب لکھا

## حکیم صاحب کا جواب

**الجواب** : اقول بتوفیقہٖ مجیب صاحب کی تحریر دیکھنے میں آئی کہ جس سے گل افشانی قبروں پر شاخ اندازی مقابر پر مجیب صاحب نے حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ اور وصیت حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو استدلال کیا ہے وہ خلاف احادیث معتبرہ واقوال مستندہ فقہاء کے ہے۔ چنانچہ جو حدیث بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ وارد ہے اس کے بارے میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور مولانا شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی نے مائۃ مسائل میں لکھا ہے کہ اس سے گل وریاحین کا قبروں پر ڈالنا اور شاخ ہائے تر کا نصب کرنا قبروں پر ہر شخص کے لئے جائز نہیں بلکہ یہ خصوصیات آنحضرت صلعم سے تھا اور خطابی جو کہ ائمہ اہل حدیث اور سرآمد علمائے سلف سے ہیں لکھتے ہیں کہ سبزہ وگل وریحان کا قبور پر ڈالنا اس حدیث سے عموماً ثابت نہیں اور صدر اول میں اس کا پتہ ونشان تک نہیں ملتا اور وصیت حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی بابت جو اقوال سلف صالحین کے آئے ہیں ان کو ہم آگے بیان کریں گے تاکہ مجیب صاحب کو یہ امر واضح ہو جاوے کہ حضرت بریدہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خیال سے عام طور پر استدلال کرنا کس درجہ پر وقعت رکھتا ہے محدثین کا قول ہے کہ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شاخہائے تر کو قبروں پر نصب فرمایا تو ان دونوں کے واسطے تخفیف عذاب کے لئے دعا فرمائی اس وقت تک کہ وہ دونوں شاخیں خشک ہوں اور یہ دعا



آپ کی ان کے واسطے قبول ہوئی۔

کرمانی کا قول ہے کہ ان شاخوں میں کوئی تاثیر تخفیف عذاب کی نہیں تھی مگر صرف برکت دست مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تخفیف عذاب کی اہل قبور سے فرمائی۔

ملا علی قاری نے امام نووی سے نقل کیا ہے:

واما وضعهما على القبر فقيل انه صلى الله عليه وسلم سال الشفاعة لهما فاجيب بالتخفيف الى ان ييبسا۔

مگر ان دونوں شاخوں کا قبر پر رکھنا کہا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کیلئے شفاعت کا سوال کیا تو عذاب میں تخفیف کے جانے کا جواب عنایت ہوا یہاں تک کہ دونوں شاخیں خشک ہوں

اور ابن حجر مکی نے لکھا ہے:

لعل وجه كلام الخطابي ان هذا الحديث واقعة حال خاص لايفيد العموم ولهذا التوجه له توجيهات سابقة فتدبر فانه محل النظر انتهى

شاید خطابی کے کلام کی وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث ایک خاص حالت کا واقعہ ہے جو عموم کا فائدہ نہیں دیگی اسی وجہ سے تو اسکی سابقہ توجیہات کی گئیں تو تم غور کرو یہ غور وفکر کا مقام ہے

اور ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری نے اپنی صحیح میں جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث طویل بیان کی ہے جس کا جملہ آخر یہ ہے:

قال رسول الله صلعم انى مررت بقبرين يعذبان فاجيبت بشفاعتى ان يرفع ذلك عنهما مادام الغصنان رطبين،

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دو قبروں پر گزرا کہ جن کے صاحب پر عذاب ہو رہا تھا پس میں نے اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے شفاعت کی چنانچہ میری درخواست جناب باری عزاسمہ میں قبول ہوئی اور ان دونوں سے عذاب تا خشک ہونے شاخوں کے موقوف کیا گیا۔

اور امام ابوزکریا محی الدین یحییٰ نووی نے حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تحت میں لکھا ہے:

اما وضعہ صلعم علی القبر فقال العلماء ھو محمول علی انہ صلعم سأل الشفاعة لھما فاجیبت شفاعتہ بالتخفیف عنھما الی ان ییبسا۔

سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شاخوں کو قبر پر رکھنا علماء نے فرمایا ہے کہ اس بات پر محمول ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان دونوں کیلئے شفاعت کا سوال کیا تو آپ کی شفاعت قبول ہوئی شاخوں کے خشک ہونے تک عذاب ہلکا ہونے میں۔

اور دوسری جگہ امام مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آخر کتاب میں لکھا ہے:

واما حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی صاحبی القبرین فاجیبت بشفاعتی ان یرفع ذلک عنھما ما دام الغصنان رطبین انتہی

قبر والوں کے بارے میں حدیث جابر یہ ہے کہ میری شفاعت اس بارے میں قبول ہوئی کہ ان دونوں سے عذاب اٹھالیا جائے۔ جب تک شاخیں تر رہیں۔

دوسری نقادان فن شریف و ماہران علم حدیث نے قول متمسکین حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بایں طور رد فرمایا ہے کہ شاخہائے تر و گل و ریاحین کا قبروں پر ڈالنا اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا چنانچہ تورپشتی شارح مصابیح نے شرح قول صلعم لعلہ ان یخفف مالم ییبسا میں لکھا ہے:

وجہ ھذا التحدید ان یقال انہ شفع بالتخفیف مدۃ بقاء الرطوبتھا و قول من قال وجہ ذلک ان الغصن الرطب یسبح اللہ تعالیٰ ما دام فیہ الرطوبۃ فیکون مجیرا عن عذاب القبر لا طائل تحتہ ولا عبرۃ بہ عند اہل العلم، انتہی

اس تحدید کی وجہ یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عذاب ہلکا ہونے کیلئے شاخوں کی تری کے باقی رہنے کی مدت تک چاہا اور اس کا کہنا جس نے یہ کہا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ تر شاخ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے جب تک اس میں تری موجود ہے۔ تو وہ عذاب قبر سے چھٹکارا دلانے والی ہوئی۔ نہ تو اس میں کوئی فائدہ ہے اور نہ ہی یہ اہل علم کے نزدیک معتبر ہے۔

اور ابن ملک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح مصابیح میں لکھتے ہیں: قولہ

ثم اخذ جریدۃ رطبۃ ۔ الجریدۃ غصن

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک تر شاخ لی!



النخل یعنی اخذ رسول اللہ صلعم جریدۃ رطبۃ فشقھا بنصفین فغرز کل نصف علی قبر و قال لعلہ ان یخفف و یزال عنھما العذاب ما دام ھذان الغصنان رطبین و سبب تخفیف العذاب عنھما الم ییبسا انہ صلی اللہ علیہ وسلم سأل اللہ ان یخفف عنھما ھذا القدر لوصول البرکۃ الیھما لانہ رحمۃ لا یر بموضع الاصابۃ برکتہ و لیس تخفیف العذاب بخاصیۃ الجریدۃ الرطبۃ لان الجمادات کالکعبۃ والمسجد لم یثبت نص فی تفضیل الرطب علی الیابس انتہی

جریدہ کھجور کی شاخ ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تر شاخ کو لیکر اس کے دو ٹکڑے کئے اور ہر ٹکڑے کو قبر پر جماکر ارشاد فرمایا، امید کہ ان دونوں قبر والوں سے عذاب ہلکا یا ختم ہوجائے جب تک دونوں ٹہنیاں تر رہیں گی اور شاخوں کے نہ سوکھنے تک ان دونوں سے عذاب ہلکا ہونیکی وجہ یہ ہے کہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اتنی مقدار ان دونوں سے ہلکا کردے ان تک برکت پہنچنے کی وجہ سے کیونکہ آپ رحمت ہیں جس جگہ سے گزرتے ہیں اس کو آپ کی برکت پہنچ جاتی ہے اور عذاب ہلکا ہونا تر شاخ کی خاصیت کی وجہ سے نہیں کیونکہ جمادات جیسا کہ کعبہ و مسجد نبوی زادھما اللہ شرفا۔۔ خشک پر تر کی برتری میں کوئی نص ثابت نہیں۔

ابن امیر حاج نے مدخل میں بعد ذکر نے قول متمسکین کے کہا ہے:

ان الراحۃ انما حصلت عن المیتین ببرکۃ ید النبی صلعم، انتہی

دونوں مُردوں کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک کی برکت کیوجہ سے آرام حاصل ہوا ہے

اور ابن طاہر نے مجمع البحار میں

ولیس فی الجریدۃ معنی یخصہ وانما ذالک ببرکۃ ید النبی، انتہی

شاخ میں کوئی خاص بات نہیں یہ تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست اقدس کی برکت سے ہوا۔

اور علامہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے:

واما ما روی عنہ صلعم من وضع الجریدۃ

یہ شاخ رکھنے کے بارے میں جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام

فهو خاص به صلعم، انتہٰی

سے وارد ہوا تو وہ آپکے ساتھ ہی خاص ہے

ان تمام روایاتِ احادیث واقوال ائمہ حدیث ونیز ائمہ فقہاء سے ثابت ہوگیا کہ شاخہائے تر میں کوئی خاصیت تخفیف عذاب نہیں ہے اور جو وقوع میں آئی وہ صرف دعا آنحضرت صلعم اور برکت دست مبارک رسول اللہ صلعم کے تھی سوائے آنحضرت صلعم کے سلف صالحین وائمہ مجتہدین سے ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا کہ ان کا بھی یہ معمول تھا اگر مجیب صاحب کو یہ ثابت ہوگیا ہو کہ یہ حکم عامہ مومنین کے لئے ہے تو خیر القرون سے ثابت فرمادیں اور جو کہ حضرت بریدہؓ کی وصیت اور روایت سے استدلال کیا ہے کہ شاخہائے تر کا قبور پر ڈالنا عموماً جائز ہے ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے اس لئے کہ حضرت بریدہؓ نے اپنے اجتہاد پر کوئی نص صریح نہیں بیان کی بلکہ ان کی رائے تھی چنانچہ علامہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے :

ولما امر من ایصاء بریدة فاجاب منه القسطلانی کان بریدة حمل الحدیث علی عمومه ولم یره خاصًا ولکن الظاهر من تصرف المؤلف ان ذلك خاص لمنفعة بما فعله صلعم ببرکة الخاصة به وان الذی ینفع اصحاب القبور انما هو الاعمال الصالحة فلذلك عقبه بقوله ورای ابن عمر فسطاطًا، انتہٰی،

یعنی وصیت حضرت بریدہ کی جو گزری اس کا جواب قسطلانی نے یوں دیا ہے کہ حضرت بریدہؓ نے اس حدیث کو محمول عموم پر کیا ہے اور اس بات کا خیال نہیں کیا کہ یہ حدیث خاص ہے لیکن ظاہر تصرف مولف سے یہ بات ہے کہ یہ منفعت خاصہ آپ کے فعل اور برکت مختصہ سے تھی اور اصحاب قبور جو نفع یاب ہوتے ہیں وہ عمل صالح سے ہوتے ہیں اسی واسطے علامہ قسطلانی نے تعاقب فرمایا ہے اور کہا ہے کہ ابن عمر نے اس کو خرگاہ بتانا ہے۔ تیسرے یہ کہ اس حدیث سے گل و ریاحین کا ڈالنا ہرگز ثابت نہیں جیسا کہ بعض نے سمجھا ہے۔ چنانچہ محمود بن احمد عینی کہ شراح محدثین سے ونیز فقہائے معتدین سے ہیں عمدة القاری شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں :

واما یفعله اکثر الناس من وضع ما فیه

یعنی جو اکثر لوگ گل و ریحان اور تر چیزیں



الرطوبة من الریاحین والبقول علی القبور لیس بشیء

قبروں پر رکھتے ہیں یہ کوئی شئی نہیں ہے

اور گل و ریحان کا قبروں پر ڈالنا بطور تمیز میں ہے تو یہ امر بھی مجوزین کے مفید مطلب نہیں جیسا کہ اس کی تردید شاہ محمد اسحاقؒ صاحب نے مأتہ مسائل میں فرمائی ہے اور نیز فتاویٰ قرطبیہ میں ہے :

لا یوضع الورد والریاحین علی القبور لانه من باب الزینة، انتہٰی

قبروں پر پھول وغیرہ نہ ڈالے جائیں کہ یہ زینت سے ہیں۔

اور مفید المومنین میں ہے :

وضع الورد والریاحین علی القبور بدعة

یعنی گل و ریحان کا قبور پر ڈالنا بدعت ہے۔

اور منہاج العارفین میں مرقوم ہے :

یکره وضع الورد علی القبور انتہٰی

یعنی گلاب کے پھولوں کا قبروں پر رکھنا مکروہ ہے۔

اور جو مجیب صاحب نے اثباتِ مدعیٰ کے لئے عبارت عالمگیری نقل کی ہے اس کا حال یہ ہے کہ اول تو اس کا ماخذ فتاویٰ غرائب ہے اور جو لوگ کہ مجوز اس فعل کے ہیں وہ بھی فتاویٰ غرائب ہی لیتے ہیں تو یہ امر ہر ذی عقل وفہم پر ہویدا ہے کہ روایت فتاوائے غرائب بمقابلہ احادیث کثیرہ و آثار صحابہؓ روایاتِ کتب معتبرہ فقیہ کیا وقعت رکھتی ہے۔ سوائے اس کے یہ چالاکی مجیب صاحب کی قابل دید ہے کہ بقول "میٹھا میٹھا ہپ ہپ اور کڑوا کڑوا تھو تھو"،

مفید مطلب عبارت جو فتاویٰ عالمگیری میں تھی اس کو تو خوشی خوشی لکھدیا اور غیر مفید عبارت جو اس کے ہی آگے ہے نظر انداز کی۔ اصل عبارت فتاویٰ عالمگیری کی یہ ہے :

وضع الورد والریاحین علی القبور حسن وان تصدق قیمته کان احسن ؛

گل و ریاحین کا قبروں پر ڈالنا بہتر ہے اور انکی قیمت صدقہ کرنا بہت بہتر ہے۔

اول تو مجیب صاحب نے اس بدیانتی سے کام لیا کر پورے مسئلہ فتاوے کو بیان نہ فرمایا دوسرے یہ کہ لفظ حسن اور احسن میں بھی مجیب صاحب نے امتیاز نہ کیا کہ قول مفتی بہ کو کس لفظ سے تعبیر کرتے ہیں اب پورے طور سے ناظرین با انصاف کو ظاہر ہوگیا کہ شاخہائے تر میں کوئی کیفیت خاصہ باعث تخفیف عذاب کے عام طور پر ایسی نہیں رکھی گئی ہے کہ ہر کس و ناکس شاخوں کو قبروں پر لگادے اور صاحب قبر کو اس کے لگانے سے تخفیف عذاب ہو۔ جیسا کہ مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی امام خطابی امام نووی و تورپشتی شارح مصابیح و ملا علی قاری و ابن الملک و ابن الحاج و ابن طاہر صاحب مجمع البحار و عینی شارح بخاری و مؤلف فتاوی قرطبیہ و صاحب مفید المؤمنین و صاحب منہاج العارفین اور صاحب قسطلانی عمدۃ القاری شارح بخاری و کرمانی اور ابن حجر مکی رحمہم کے اقوال سے متحقق و ثابت ہوگیا کہ گل و ریاحین و شاخہائے تر کا قبور پر ڈالنا ہرگز ہرگز ثابت نہیں بلکہ مکروہ تحریمی و بدعت ہے اور ایک امر یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے برائے تخفیف عذاب ان شاخہائے تر کو نصب فرمایا تھا جب عام طور سے یہی فعل مسنون قرار دیا جائے گا تو یہ بھی اس کے ساتھ ضرور ماننا پڑے گا کہ ہر صاحب قبر معذب بعذاب الٰہی ہے۔ اس میں تمام علماء و صالحین و اولیاء کاملین و ائمہ مجتہدین و اکابر معتمدین داخل ہو گئے۔ اس بنا پر بعقیدہ مجیب صاحب یہ لازم آوے گا کہ کوئی شخص ناجی ہے ہی نہیں جس قدر ہیں وہ سب ناری و معذب نعوذ باللہ منہا بفحوائے حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظنوا المؤمنین خیراً کا حکم اور مجیب صاحب کا یہ گمان ایسے ہی ظنون فاسدہ و خیالات واہیہ کے باب میں ان بعض الظن اثم۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے۔ وما علینا الا البلاغ المبین،

کتبہ: محمد ہدایت العلی اللکھنوی تجاوز اللہ عن ونبہ الخفی والجلی

حکیم صاحب سے تصحیح نقل کے لئے جو کتب منقول عنہا کی طلب میں تحریریں کی گئیں اور حکیم صاحب نے ان کے جواب لکھے وہ یہ ہیں:

نحمدہٗ ونصلی علی نبیہ الکریم

جناب حکیم مولوی محمد ہدایت علی صاحب آپ نے جو عبارتیں مسئلہ وضع الجریدہ علی القبر



کے جواب میں تحریر کی ہیں ان کی تصحیح نقل کے لئے کتب منقول عنہا کی ضرورت ہے لہٰذا معروض ہے کہ براہ کرم ایک ایک کتاب بھیجدیا کریں جب اس کو پہنچا دیا جاوے تو دوسری مرحمت فرمادیا کریں تاکہ عبارت منقولہ کی مطابقت کتب منقول عنہا سے کی جاوے۔ اگر اس سے بظاہر کچھ حرج معلوم ہوتا ہو تو فقیر کو ایسا وقت بتادیں کہ جناب کے دولت کدہ پر حاضر ہوکر خود فقیر تصحیح عبارات کرے کہ فقیر کو دینی خدمت کے لئے آپ کے دولت خانہ پر حاضر ہونے میں بحمدہ تعالیٰ کسی قسم کا تکلف نہیں امید کہ جواب سے ممتاز فرمادیں وہ کتابیں جو تصحیح نقل کے لئے درکار ہیں یہ ہیں: تورپشتی شرح مصابیح شرح مصابیح ابن الملک۔ مدخل ابن الحاج۔ عینی شرح بخاری، فتاوی قرطبیہ، مفید المؤمنین منہاج العارفین۔

## حکیم صاحب نے اس کے جواب میں یہ تحریر بھیجی!

جناب مولوی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، چونکہ میں نے جابجا سے کتابیں منگوائی تھیں بعد تحریر عبارات واپس کیں۔ ان کے مقامات میں آپ کو بتلائے دیتا ہوں۔ کتب خانہ ریاست رام پور، مقام پٹنہ مولوی شمس الحق صاحب محدث دہلی، مولوی شریف حسین صاحب مرحوم، مولوی عبدالسلام صاحب کے پاس سے اگر آپ کو خدمت دینی کا تہ دل سے شوق ہے تو مقامات مذکورہ میں تشریف لیجاکر ملاحظہ کتب فرمالیجئے یا اس کا خرچہ مجھے مرحمت فرمایئے کہ میں آپ کو برائے چندہ منگوادوں مگر کتابوں کا بحفاظت رکھنا اور ان کی آمدورفت کا خرچہ آپ گوارہ فرمادیں اور کتب مطبوعہ کے ہونے میں اگر آپ کو شک ہے تو علماء دیندار سے ان کی تصحیح فرمالیجئے اس کو یقین جانئے کہ عبارت ہر ایک کتاب سے بعینہٖ نقل کی گئی ہے کیونکہ عبارت کی نقل میں ایک نوع کی ذمہ داری ہوتی ہے اور یہ تو لچوروں کا کام ہے کہ خود مطلبی کے موافق تو عبارت نقل کردے اور جو مخالف ہے اس کو نظر انداز کردیا اس کا خیال نہ فرمائے گا انشاء اللہ تعالیٰ بعینہٖ عبارت جیسی نقل کی گئی ہے سرمو اس میں فرق نہ ہوگا۔ فقط

راقم: محمد ہدایت علی عفی عنہ

## پھر میں نے حکیم صاحب کی خدمت میں یہ لکھا!

مکرمی جناب مولوی حکیم ہدایت علی صاحب۔ عنایت فرما کر پورا پتہ ان حضرات کا تحریر فرمایئے کہ جن سے آپ نے کتابیں منگوائی تھیں اور نیز یہ بھی تحریر فرمایئے کہ کس کس مقام سے کون کون سی کتابیں منگائی تھیں کتابوں کی آمد و رفت کا خرچ بھی تحریر فرمایئے۔

الراقم: محمد نعیم الدین، ۲ شعبان المعظم ۱۳۳۵ھ

## حکیم صاحب نے یہ جواب تحریر فرمایا

السلام علیکم! مجھے یاد نہیں کہ کس کس مقام سے کون کون کتابیں منگوائی تھیں بہر حال مقاماتِ مذکورہ سے اکثر کتابیں آئی ہیں۔ محمد ہدایت علی عفی عنہ

## اس کے بعد حکیم صاحب کے پاس یہ رقعہ لکھا!

جناب مولوی صاحب عنایت فرمائے من۔ بارہا لکھ کر ایک ہی امر کے متعلق تکلیف دیتے ہوئے شرم آتی ہے۔ مگر مجبوری لکھنا پڑتا ہے اس لئے کہ جناب لکھتے وقت پوری توجہ نہیں کرتے جو دوبارہ لکھنے کی حاجت نہ ہے۔ میں نے تین باتیں دریافت کی تھیں ایک تو یہ کہ پورا پتہ ان حضرات کا تحریر فرمایئے کہ جن سے آپ نے کتابیں منگائی تھیں دوسرے یہ کہ کس کس مقام سے کون کون سی کتاب منگائی تھی۔ تیسرے یہ کہ کتابوں کی آمد و رفت کا خرچ کیا ہے ان میں سے صرف اس کا جواب دیا گیا کہ کون کون سی کتاب کہاں سے منگائی تھی باقی دونوں باتوں کا کچھ جواب نہ لکھا گیا۔ اس لئے پھر مکلف ہوں کہ مہربانی فرما کر پورا پتہ ان حضرات کا جن سے کتابیں منگائی تھیں اور مقدار خرچ آمد و رفت کتب تحریر فرمادیں فقط

محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین ۴ شعبان المعظم ۱۳۳۵ھ بروز جمعہ



## اس کے جواب میں حکیم صاحب نے تحریر مسطورۂ ذیل بھیجی

جناب مولوی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میرے ایک عزیز دہلی میں مدرسہ مولوی عبدالسلام میں پڑھتے ہیں اور مولوی عبدالسلام سے اور مولوی شمس الحق صاحب سے مقام پٹنہ سے از حد ملاقات ہے ان کے یہاں کی کتابیں بوقتِ ضرورت ان کے ہاں جاتی ہیں ایسے ہی ان کے ہاں آتی ہیں چنانچہ میں نے ان عزیز کو لکھا تھا وہ اس درمیان میں میرے پاس آئے تھے ان کی معرفت کتب مذکورہ مجھے وصول ہوئیں میں نے خود براہِ راست نہیں منگوائی تھیں۔ اگر آپ کو کتب مذکورہ کے دیکھنے کا شوق ہے تو دہلی یا مقام پٹنہ عظیم آباد تشریف لے جایئے وہ مشہور آدمی ہیں غالباً آپ کو کتب کے دکھلانے میں ان کو دریغ نہ ہوگا۔ میں ایک صلاح آپ کو دیتا ہوں کہ آپ خود مقاماتِ مذکورہ میں تشریف لے جایئے اور کتب مذکورہ کا ملاحظہ کر لیجئے منگوانے کے اخراجات کو آپ گوارہ نہیں کر سکتے ہیں پہلے لوگ تو دین کی طلب میں مہینوں کے سفر کو آسان جانتے تھے اب تو ریل ہے کچھ سفر کرنا مشکل نہیں دو ایک روز کا سفر ہے۔ دوسرا طریقہ جو اس سے بھی آسان ہے وہ یہ ہے کہ آپ مختلف علماء کو تحریر فرمادیجئے کہ یہ کتابیں آپ کے یہاں اگر موجود ہوں تو از راہِ عنایت مسئلہ معلومہ ان کو تحریر فرمادیجئے اس میں چند بحث آپ کے البتہ ترجیح ہوں گے سوا اس کے ان کی بھی تحقیق آپ کو ہو جاوے گی۔ زیادہ والسلام محمد ہدایت العلی عفی عنہ

ریاست رام پور تو بہت ہی نزدیک ہے غالباً آپ کا ایک دن خرچ ہوگا تشریف لے جایئے

(یہ عبارت حکیم صاحب نے دستخط کرنے کے بعد لکھی ہے)

# خلاصۂ مبحث!

۱۔ قبروں پر شاخیں جمانے کے باب میں میں اپنے پہلے فتوے میں چھ حدیثیں پیش کر چکا ہوں اور اس مسئلہ کو صاف طور پر لکھ چکا ہوں۔

۲۔ حکیم مولوی ہدایت العلی صاحب نے جو جواب لکھا ہے اسے اگر کسی وقت نظرِ انصاف سے خود ملاحظہ فرمائیں گے تو یقیناً شرما جائیں گے۔ (حاصلِ کلام)

اب میں یہ دکھاتا ہوں کہ حکیم صاحب نے میرے استدلالوں کا کیا جواب دیا۔

۱۔ میں نے مشکوٰۃ شریف و کنز العمال سے چار حدیثیں اس مضمون کی نقل کی تھیں کہ سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبروں پر تر شاخیں لگائیں اور یہ فرمایا کہ جب تک یہ تر رہیں گی ان قبر والوں کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔

۲۔ حکیم صاحب نے اس کے جواب میں چار عذر کیے۔ پہلا یہ کہ یہ مضمون احادیث و اقوالِ مستندہ فقہاء کے خلاف ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جناب نے میرے مدعا کے خلاف ایک حدیث بھی پیش نہ فرمائی اگر جناب کی نظر سے احادیثِ معتبرہ اس مضمون کے خلاف گزرتیں تو ضرور پیش فرماتے مگر نہ پیش کیں اور نہ پیش کر سکتے تھے ولہٰذا زبانی ادعائے باطل پر ٹال گئے میں اب عرض کیے دیتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس مضمون کے خلاف جناب کو ایک حدیث نہ ملے گی۔ ھاتوا برھانکم۔ یہی حال اقوالِ فقہاء کا ہے۔ میں نے فقہ حنفی کی معتمد کتابوں فتاوے عالمگیری، درمختار سے اس کا جواز و استحباب ظاہر کر دیا تھا حکیم صاحب ان کے مخالف کوئی عبارت کتبِ فقہ احناف سے نہ لا سکے یہ عجیب حکمت ہے کہ دعویٰ فرمانے میں گاؤ زبان اور ثبوت دینے میں ریشہ خطمی۔ حکیم صاحب کا دوسرا عذر یہ ہے کہ یہاں تر شاخیں جمانے سے عذاب میں تخفیف ہونا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جناب کا یہ فرما دینا محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے کوئی مخصص پیش فرمائیے اور اصولِ فقہ کی



طرف توجہ کیجیے جہاں یہ مصرح ہے کہ نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے افعالِ شریفہ کا ادنیٰ مرتبہ اباحت ہے۔ جب تک ادلّہ شرعیہ میں سے کوئی دلیل خصوصیت پر قائم نہ ہو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی فعل کو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کے لیے ناجائز قرار دینا بجا نہیں۔

حکیم صاحب کا تیسرا عذر یہ ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان قبر والوں کے لیے دعا فرمائی تھی تخفیف دعا سے حاصل ہوئی۔ ان دونوں عذروں کا جواب فقیر کی پہلی تحریر میں ردالمحتار سے نقل ہو چکا غالباً حکیم صاحب نے اس پر غور نہ فرمایا ورنہ بمقتضائے انصاف ہرگز یہ عذر پیش نہ فرماتے۔

۳۔ میں نے شرح الصدور[1] سے یہ بھی نقل کیا تھا کہ حضرت ابو برزہ اسلمی صحابی اور حضرت بریدہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ وصیتیں فرمائی تھیں کہ ہماری قبروں میں تر شاخیں رکھ دی جائیں چنانچہ رکھی گئیں۔

۴۔ میں نے تسلیم کیا کہ حکیم صاحب کے ذہن رسا کو اس طرف توجہ نہیں ہوئی کہ جب یہ حضرات دفن کیے گئے ہوں گے اس وقت صحابہ اور تابعین میں سے کتنے حضرات موجود ہوں گے جنہوں نے دفن میں شرکت کی ہوگی اور اس وصیت کے بموجب تر شاخیں قبروں میں رکھیں اور رکھتے ہوئے دیکھا۔

یہاں سے صحابہ اور تابعین کی جماعت سے بھی اس عمل کا ثبوت پایا جاتا ہے۔

۵۔ لیکن تعجب تو یہ ہے کہ حکیم صاحب نے وصیتوں کے ان ظاہر ترجمہ کیے ہوئے لفظوں پر بھی غور نہ فرمایا۔ حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت سے تو سکوت کیا اور اس کا کچھ جواب نہ دیا اور حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت جس سے صاحب ردالمحتار[2] نے استدلال کیا ہے

---

[1] شرح الصدور ایک کتاب کا نام ہے جو مجددِ عصر حافظ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی مصنفہ ہے اور علامہ موصوف کی جلالتِ علمی کمالِ شہرت کے باعث محتاجِ بیان نہیں۔

[2] ردالمحتار درالمختار کا سب سے نفیس تر حاشیہ فقہ کی کمال معتبر کتاب علامہ ابن عابدین شامی کی مصنفہ ہے۔ ۱۲

اور جو میں اپنی پہلی تحریر میں نقل کر چکا ہوں۔ حکیم صاحب نے اس کو یہ کہدیا کہ ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے ۶ مجھے تو حکیم صاحب کا یہ جواب نقل کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ ادھر سے یہ پیش کیا جائے کہ خود حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضور کے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم نے قبروں پر تر شاخیں گاڑیں اور اس کی وصیتیں فرمائیں اور دوسری طرف سے یہ جواب دیا جائے کہ ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے، ہائے ؎

اگر اسلام ہمیں ست کہ ایشاں دارند،
وائے گر از پس امروز بود فردائے

استغفر اللہ العلی العظیم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ القوی الکریم۔

بحمد اللہ تعالیٰ انھیں چند لفظوں میں حکیم صاحب کے جملہ اوہام کا ازالہ ہو گیا جنکی فہم درست اور رائے صائب ہے وہ تو سمجھ ہی لیں گے لیکن مسئلہ جب زیر تحریر آیا ہے تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کسی قدر اور بھی توضیح کی جائے اور حکیم صاحب کی تحریر کا لفظ بلفظ جواب دیا جائے۔ مخالفین کی لیاقت، دیانت، استعداد ذہانت کا بھی اندازہ ہو اور مسئلہ کی تحقیق بھی اپنا جلوہ دکھائے،،

فھا انا اشرع وبتوفیقہ تعالیٰ اقول وبحولہ اصول (حکیم ہدایت علی صاحب کی عبارت پر لفظ "حکیم صاحب" اور اس کے رد پر لفظ "جواب" لکھا ہے)

(حکیم صاحب) الجواب: اقول بتوفیقہ مجیب صاحب کی تحریر دیکھنے میں آئی کہ جس سے گل افشانی قبروں پر شاخ اندازی مقابر پر مجیب صاحب نے حدیث ابن عباسؓ اور وصیت حضرت بریدہؓ سے جو استدلال کیا ہے وہ خلاف احادیث معتبرہ و اقوال مستندہ فقہار کی ہے۔ انتہی بلفظہ

**جواب:** حکیم صاحب نے میرے استدلال کو خلاف احادیث معتبرہ و اقوال مستندہ فقہار فرمایا مگر کوئی حدیث اس کے خلاف پیش نہ کی بلکہ حکیم صاحب کی تمام تحریر میں صرف مسلم شریف کی حدیث طویل کا ایک جزر ہے وہ بھی میرے استدلال کے خلاف نہیں اس صورت میں حکیم صاحب کا میرے استدلال کو بے وجہ خلاف احادیث معتبرہ فرمانا اور میری نقل کی ہوئی چھ حدیثوں پر نظر



نہ کرنا تعجب خیز ہے۔ اب حکیم صاحب سے اُن احادیث معتبرہ کا مطالبہ ہے۔ جن کے خلاف میں نے ان کے عندیہ میں استدلال کیا تھا۔

حکیم صاحب جبتک وہ احادیث معتبرہ پیش نہ فرمائیں گے بار جواب سے سبکدوش نہ ہوں گے۔ حکیم صاحب فرماتے ہیں: مجیب صاحب نے حدیث ابن عباس اور وصیت حضرت بریدہ سے جو استدلال کیا۔ کیا خوب حکیم صاحب کو فقط حدیث ابن عباسؓ اور وصیت حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہی یاد رہیں اور حدیث ابو ہریرہ اور وصیت ابو برزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو فراموش کر گئے۔ میں نے تو ان سب سے استدلال کیا تھا۔ اب گزارش ہے کہ حکیم صاحب نے احادیث کہا ہے کہ صیغہ جمع ہے جس کا اقل تین ہیں۔ حکیم صاحب تین جانے دیں ایک ہی حدیث دکھائیں جو میری حدیث پیش کردہ کے خلاف ہو میں اپنی پہلی تحریر میں اپنے اثبات مدعا میں کئی حدیثیں پیش کر چکا ہوں اور اس مضمون کی حدیثوں سے احادیث کی کتابیں مالا مال ہیں۔ صحاح ستہ میں بھی اس مضمون کی حدیثیں جا بجا ملتی ہیں۔ اگر سب نقل کی جائیں طوالت ہو اس لئے میں صرف اتنی ہی حدیثوں پر اکتفا کرتا ہوں جن کو پہلے نقل کر چکا ہوں۔ حکیم صاحب نے میرے استدلال کو اقوال مستندہ فقہار کے بھی خلاف بتایا۔ میں حنفی ہوں اور حکیم صاحب بھی شاید حنفیت سے منکر نہ ہوں۔ میں فقہ حنفی سے ثبوت دے چکا ہوں۔ اب حکیم صاحب فقہ حنفی کی کتابوں سے اقوال پیش کریں ؎

ہم بھی دیکھیں کہ تری گود میں کیا رکھا ہے
وہ بھی دیکھیں جسے پہلو میں چھپا رکھا ہے

**حکیم صاحب:** جو حدیث بروایت ابن عباسؓ وارد ہے اس کے بارے میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی اور مولانا شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی نے مأۃ مسائل میں لکھا ہے کہ اس سے گل و ریاحین کا قبروں پر ڈالنا اور شاخہائے تر کا نصب کرنا قبروں پر ہر شخص کے لئے جائز نہیں ہے بلکہ یہ خصوصیات آنحضرت سے تھا۔ انتہی بلفظہ

**جواب:** شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو کہیں نہیں فرمایا، حکیم صاحب کو

شبہ ہو گیا بلکہ شیخ علیہ الرحمۃ نے جہاں اور اقوال نقل کئے ہیں خطابی کا قول بھی نقل کر دیا۔ رہے مولوی شاہ اسحاق صاحب ان کا کہنا ہی کیا ہے انھوں نے سماع اموات ہی کا جو انکار کر دیا اور بہت سے مسائل میں غلطیاں کیں عبارتوں میں ایسی قطع و بُرید کی کہ اصل کتابوں میں کچھ ہے آپ نے کچھ کا کچھ نقل کیا ہے۔ اگر آپ مولوی اسحاق صاحب کی لیاقت، دیانت کا اندازہ کرنا ہو تو حضرت مولانا شاہ فضل رسول صاحب قدس سرہٗ العزیز کی تصحیح المسائل جو مائۃ مسائل کے رد میں ہے ملاحظہ فرمایئے اور عبارت میں قطع و بُرید کا طریقہ تو مولوی اسحاق صاحب کے متبعین میں بھی جاری ہے۔ اکثر اُن حضرات کو دیکھا کہ دلیل سے عاجز ہوئے مدعا ہاتھ سے جاتا دیکھا کتاب کی عبارت کی عبارت بدل لی۔ اگر مخالف نے کوئی عبارت پیش کی اس کا تو یہ جواب کہ کتاب ہی معتبر نہیں۔ خود عاجز ہوئے کہیں موافق مدعا عبارت نہ ملی تو کسی کتاب کی عبارت کو بنا ڈالا۔ اور بعضے حضرات تو ایسے جری ہیں کہ خود ایک عبارت بنا لیں اور اگر پوچھئے تو کتاب کا نام بھی گڑھ لیں۔ بہر حال مولوی اسحاق صاحب کیسے ہی بزرگ ہوں جب آپ کا خصم انھیں ماننا ہی نہیں پھر ان کا یا ان کی کتاب کا حوالہ دینا فضول ہے۔

**حکیم صاحب:** ملا علی قاری نے امام نووی سے نقل کیا ہے: وَلَمَّا وضعھما علی القبر فقیل انہ صلی اللہ علیہ وسلم سال الشفاعۃ لھما فاجیبت بالتخفیف الی ان ییبسا انتھی بلفظہ

**جواب:** باوجودیکہ میں نے اپنی تحریر میں ہر عبارت کا حوالہ صفحہ وار دیا تھا اس کے جواب میں حکیم صاحب نے یہ عنایت فرمائی کہ کتاب کا صفحہ کیا معنی نام تک نہ لکھا ؎

ذرا تو اور بھی کرلے جفا کہ اودلبر
ہنوز میری وفا سے تری جفا کم ہے

اس حالت میں یہ کسی طرح معلوم نہیں ہو سکتا کہ علامہ علی قاری رحمہ الباری نے امام نووی سے کس کتاب میں یہ عبارت نقل کی کتاب کی عبارت کا لکھنا اور اس کا نام بھول جانا بتاتا ہے کہ



جواب لکھتے وقت حکیم صاحب بہت گھبرا گئے تھے۔

اب میں عرض کرتا ہوں کہ وہ عبارت مرقاۃ المفاتیح میں ہے۔ حکیم صاحب نے دانائی کی جو کتاب کا نام نہ لکھا کیونکہ اگر کتاب کا نام لکھتے تو ضرور بکف چراغ دارد کا مصداق بنتے اس لئے کہ حکیم صاحب نے اس پہلی ہی عبارت میں قطع و بُرید کر کے دیانت کی گردن ماری ہے یعنی مطلب کی ایک سطر تو لکھدی باقی عبارت مدعا کے خلاف پائی صاف اڑا گئے۔ کیا انصاف و دیانت کا یہ مقتضا نہیں کہ عبارت مثبت مدعائے خصم ہو تو تسلیم کر لیں کیا یہ نا انصافی نہیں کہ قبل والی عبارت مفید مطلب سمجھ کر لکھ جائیں اور اسی عبارت میں مذہب منصور مذکور ہو تو اس کے پاس تک نہ جائیں کیا یہ تصرف بیجا اس پر دلالت نہیں کرتا کہ حکیم صاحب کے مفید مدعا عبارتیں ان کے ہاتھ نہ آئیں ورنہ وہ کیوں ایسی جرأت کرتے اب میں وہ عبارت پیش کرتا ہوں جس کے خوف سے حکیم صاحب نے کتاب کا نام تک نہ لکھا تھا کہ کہیں یہ عبارت خصم کی نظر میں نہ پڑ جائے اور اپنے مدعائے باطل پر قیامت آ جائے۔

علامۂ فاضل فہامہ کامل علی بن سلطان محمد القاری رحمہ الباری مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۲۸۶ میں حدیث ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی شرح میں حکیم صاحب والی عبارت اور اس کے بعد دعا کا احتمال ناقلا عن النووی ذکر فرماتے ہیں: وقیل لانھما یسبحان مادامار طبین۔ مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ حضرت نے ان تر شاخوں کو اس لئے جمایا تھا کہ وہ جبتک تر رہیں گی تسبیح کریں گی۔ پھر یہی علامہ علی قاری رحمہ الباری اسی کتاب کے اسی صفحہ میں اس سے پہلے کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں:

واستحب العلماء قرأۃ القرآن عند القبر بھذا الحدیث اذ تلاوۃ القرآن اولی بالتخفیف من تسبیح الجرید وقد ذکر البخاری ان بریدۃ بن الحصیب الصحابی اوصی ان یجعل فی قبرہ جریدتان فکان

خلاصہ مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ علمائے کرام نے قبر کے پاس قرآن شریف کا پڑھنا اس حدیث سے مستحب ثابت کیا ہے کیونکہ قرآن کی تلاوت جرید کی تسبیح سے اولیٰ ہے۔ امام بخاری رحمۃ الباری نے ذکر کیا کہ بریدہ بن حصیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت فرمائی کہ میری قبر میں تر شاخیں گاڑی جائیں،

تبرك بفعل مثل فعل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم

تو گویا انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فعل کی مثل فعل سے برکت چاہی

اور اسی کتاب کے اسی صفحہ میں اس عبارت کے علاوہ اور عبارت بھی مثبتین کے مفید ہے جو عنقریب پیش کی جاوے گی

**مسلمانوں للہ انصاف!** ایسی صریح عبارت چھوڑ کر ایک ٹکڑا مفید مطلب خیال کر کے لکھ دینا کونسی دیانت ہے اور اس حرکت کو کیا کہتے ہیں میں تو کچھ نہیں کہتا مگر **حکیم صاحب** اپنے رقعہ کے یہ الفاظ جو خود ان کے قلم کے لکھے ہوئے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں تو میں نادم ہو جاؤں گا۔ ''حکیم صاحب کے رقعہ کی عبارت'' ، اس کو یقین جانئے کہ یہ عبارت ہر ایک کتاب کی بعینہٖ نقل کی گئی ہے کیونکہ نقل میں ایک نوع کی ذمہ داری ہوتی ہے اور یہ تو لچوروں کا کام ہے کہ خود مطلبی کے موافق تو نقل عبارت کر دی اور جو مخالف ہے اس کو نظر انداز کر دیا اس کا خیال نہ فرمائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ عبارت جیسی نقل کی گئی ہے سر مو فرق نہ ہوگا۔ الراقم محمد ہدایت العلی عفی عنہ '' اب جو حکیم صاحب سمجھ لیں کہ انھوں نے مطلب کے موافق عبارت نقل کر کے مخالف مدعا عبارت چھوڑی ہے یا نہیں ؟

**حکیم صاحب:** اور ابن حجر مکی نے لکھا ہے لعل وجه كلام الخطابی ان هذا واقعة حال خاص لايفيد العموم ولهذا وجّه له توجيهات سابقة فتدبر فانه محل النظر انتهى

**جواب:** وہی خوبی جو اس عبارت میں تھی اس میں بھی ہے کتاب کا نام ندارد، نہ معلوم ابن حجر مکی رحمتہ اللہ تعالیٰ نے کس کتاب میں لکھا ہے یہاں بھی حکیم صاحب نے کتاب کا نام نہیں بتایا ع

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

حکیم صاحب کی اس عبارت کا حاصل مطلب یہ ہے کہ شاید خطابی کے کلام کی یہ وجہ ہو کہ ان کے نزدیک یہ حدیث ایک حال خاص کا واقعہ ہے مفید عموم نہیں اسی لئے اس کی توجیہیں کی گئیں سو چلو کہ یہاں اعتراض کا محل ہے یہ بات ہر ادنیٰ طالب علم پر بھی مخفی نہیں ہے کہ فتدبر اور



اس کی مثل دوسرے کلمے ایسے موقع پر استعمال کئے جاتے ہیں جہاں وہ بات مخدوش ہو یا اس میں کوئی مسامحہ ہو پھر جب فتدبر کے ساتھ ہی فانه محل النظر بھی کہہ دیا جاوے، تو صراحت ہو گئی کہ یہ قول ضعیف ہے ایسی عبارت سے استدلال کرنا اور اس کے ضعف کو نہ سمجھنا حکیم صاحب جیسے ذی شعور داناؤں سے حیرت انگیز ہے قطع نظر اس تمام سے کہ وہی قطع برید عبارت کی حکیم صاحب نے یہاں بھی کی ہے یعنی پوری عبارت علامہ ابن حجر رحمتہ اللہ تعالیٰ کی نقل نہیں کی اس عبارت سے قبل جس میں علامہ ابن حجر رحمتہ اللہ تعالیٰ نے اس کا رد کیا ہے اور تر شاخیں جمانے کو سنت بتایا ہے اس عبارت کو چھوڑنا اور موافق مدعا سمجھ کر رد کئے ہوئے دو ایک فقرے لکھ دینا کیا دیانت ہے۔ حکیم صاحب کے رقعہ کی جو عبارت نقل ہو چکی ہے پھر دوبارہ ملاحظہ فرما کر معلوم کر لیجئے کہ یہ کس کا کام ہے۔ طرفہ تر یہ جرأت کہ جو فقرے لکھے ہیں وہ خود ضعف پر دلالت کر رہے ہیں جن میں صاف یہ مذکور کہ

فتدبر فانه محل النظر هيهنا ولكن القائل الذلیل الاریب العجیب السكران لايعرف ماجرے علٰی لسانه الثقیله اللحمیة،

تو تم غور کرو کہ یہ غور کرنے کا مقام ہے، افسوس کہ لغزشیں کرنیوالا ہوشیار بننے والا عجیب بیہوش قائل یہ نہیں جانتا کہ اسکی گوشت کے لوتھڑے کی بھاری زبان

ہائے ہائے دینی مسائل میں اس درجہ کی احتیاط، افسوس مسلمانان ..... خیر اب میں وہ عبارت جس میں حکیم صاحب نے قطع و برید کی ہے نقل کرتا ہوں ملاحظہ ہو مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۲۸۶

ثم رأیت ابن حجر صرح به وقال قولهم لا اصل له ممنوع بل هذا الحدیث اصل اصیل له ومن ثم افتی بعض الائمة من متاخری اصحابنا بان ما اعتید من وضع الریحان والجرید سنّة لهذا الحدیث ولعل وجه

حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ ابن حجر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے قبر پر شاخیں جمانے کے استحباب کی تصریح کی ہے اور کہا ہے کہ خطابی کا لا اصل له کہنا ممنوع ہے بلکہ یہ حدیث تر شاخیں جمانے کے لئے اصل اصیل ہے اور اسی وجہ سے ہمارے بعض ائمہ

كلام الخطابي ان هذا واقعة حال خاص لا يفيد العموم ولهذا وجه له توجيهات سابقة

متاخرین نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ قبروں پر تر شاخیں اور پھول ڈالنا جس کی لوگوں کو عادت ہے یہ سنت[1] ہے اور اسی حدیث سے ثابت ہے رہا یہ کہ خطابی نے

باوجود محدث ہونے کے ایسے امر کو کیوں لا اصل لہ کہہ دیا جو حدیث شریف سے بصراحت ثابت ہے اس کے جواب میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ ممکن ہے انھوں نے اس کو حال خاص کا واقعہ سمجھا ہو اور یہ خیال کیا ہو کہ یہ مفید عموم نہ ہوگا اور اسی لئے پہلے توجیہیں کی گئیں ان میں غور کرو کہ یہ محل اعتراض ہے ۔ یہ پچھلا فقرہ ( فتدبر فانہ محل النظر ) بتا رہا ہے کہ فی الواقع خطابی کا خیال قابل اعتماد نہیں جیسا کہ اوپر عبارت میں تصریح ہو چکی ۔ حکیم صاحب کا علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کی وہ عبارت چھوڑ جانا جس میں وہ یہ فرماتے ہیں کہ ائمہ نے قبر پر پھول اور تر شاخیں جمانے کا فتویٰ دیا اور سنت بتایا اور اس احتمال ضعیف مرجوح کا لکھ دینا کہاں تک علم کی شان کے قریب ہے ۔

**حکیم صاحب:** اور ابو الحسن مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری نے اپنی صحیح میں حضرت جابرؓ سے حدیث طویل بیان کی جس کا جملہ آخر یہ ہے :

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی مررت بقبرین یعذبان فاحببت بشفاعتی ان یرفعہ ذلک عنہما ما دام الغصنان رطبین ، یعنی رسول اللہ (صلعم) نے فرمایا کہ میں دو قبروں پر گزرا جن کے صاحب پر عذاب ہو رہا تھا پس میں نے ان کے لئے شفاعت کی چنانچہ میری درخواست جناب باری عز اسمہ میں قبول ہوئی اور دونوں سے عذاب تا خشک ہونے شاخوں کے موقوف کیا گیا انتہیٰ ملخصاً

**جواب:** اس حدیث کے پیش کرنے سے حکیم صاحب کا یہ منشا معلوم ہوتا ہے کہ جہاں تر شاخیں جمائی تھیں تو شفاعت بھی فرمائی تھی پھر تخفیف عذاب ہوئی تو شفاعت سے نہ تر شاخوں سے میں گزارش کرتا ہوں جناب کا کہاں خیال گیا ، میں نے جس واقعہ سے استدلال کیا ہے اس میں حرف تر شاخوں کا جانا ہے ان کے شفاعت کا جداگانہ ذکر نہیں ، رہی حدیث شریف جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ



وہ واقعہ ہی دوسرا ہے اور میں نے اس سے استدلال نہیں کیا اور یہ خارج از بحث ہے نہ مجھے مضر نہ جناب کو مفید ۔ مگر یہ جناب کی حدیث دانی کی خوبی ہے جو اتنا بھی نہ معلوم ہو سکا کہ خصم نے جس سے استدلال کیا ہے وہ واقعہ ہی اور ہے اور ہم جو پیش کرتے ہیں یہ قصہ ہی دوسرا ہے ۔ حکیم صاحب کا یہ طرز تقریر ظریف الطبع لوگوں کو یاد رکھنے کے قابل ہے ؎

آں یکے می گفت کہ بدر منیر — از فروغ مہر گشتہ مستنیر
دیگرے گفتش تو دانا نیستی ، — می نگیرد مہر از مہ روشنی ،

اب میں حکیم صاحب کو یہ دکھلاؤں کہ ان واقعوں میں تغایر ہے اتحاد نہیں ملاحظہ ہو فتح الباری[2] شرح صحیح البخاری جلد اول مطبوعہ مطبع میریہ مصر صفحہ ۲۷۱ جس میں شیخ الاسلام حافظ ابو الفضل شہاب الدین احمد علی بن محمد بن محمد بن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قرطبی سے نقل فرماتے ہیں

وقيل انه شفع لهما هذه المدة كما صرح به في حديث جابر لان الظاهر ان القصة واحدة وكذا رجح النووي كون القصة واحدة وفيه نظر لما اوضحنا من المغايرة بينهما.

یعنی کہا گیا ہے کہ سردار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اتنی مدت کے لئے ان دونوں قبر والوں کی شفاعت فرمائی تھی اور وہ قبول ہوئی جیسا کہ حدیث جابر میں مصرح ہے اس لئے کہ ظاہر یہ ہے کہ قصہ واحد ہے اور نووی نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے لیکن اس میں نظر ہے ۔ یعنی یہ بات قابل تسلیم نہیں کیونکہ ہم ان دونوں قصوں میں مغایرت ثابت کر چکے ہیں ۔

اب ذرا عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری مطبوعہ مطبع عامرہ دار السلطنۃ عثمانیہ جلد اول صفحہ ۷۷۸ ملاحظہ ہو کہ اس میں علامہ بدر الدین ابو محمد بن نصر عینی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ومنها ان في متن هذا الحديث ثم دعا بجريدة فكسرها كسرتين يعني اتى بهما فكسرها وفي

---

[1] حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ جس حدیث شریف کا متن یہ ہے کہ سرکار عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شاخ

حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رواہ مسلم انہ الذی قطع الغصنین فھل ھذہ قضیۃ واحدۃ ام قضیتان الجواب انھما قضیتان والمغایرۃ بینھما من اوجہ الاول ان ھذہ کانت فی المدینۃ وکان مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم جماعۃ وقضیۃ جابر کانت فی السفر وکان خرج لحاجۃ فتبعہ جابر وحدہ الثانی ان فی ھذہ القضیۃ انہ علیہ السلام غرس الجرید بعد ان شقھا نصفین کما فی روایت الاعمش الآتیۃ فی الباب الذی بعدہ وفی حدیث جابر امر علیہ الصلوٰۃ والسلام جابرا فقطع غصنین من شجرتین کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم استتر بھما عند قضاء حاجۃ ثم امر جابرا فالقی غصنین عن یمینہ وعن یسارہ حیث کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جالسا وان جابرا سالہ عن ذلک فقال انی مررت بقبرین یعذبان فاجببت بشفاعتی ان یرفع عنھما ما دام الغصنان رطبین الثالث لم یذکر فی قصۃ جابر ما کان السبب فی عذابھما الرابع لم یذکر فیہ کلمۃ الترجی فدل ذلک کلھا علی انھما قضیتان بل روی ابن حبان فی صحیحہ عن ابی ھریرۃ انہ صلی اللہ علیہ وسلم مر بقبر فقال ائتونی بجریدتین فجعل احدھما عند راسہ والاخری عند رجلیہ فھذا بظاھرہ یدل علی ان ھذہ القضیۃ ثالثۃ فسقط بھذا کلام من ادعی ان القضیۃ واحدۃ کما مال الیہ النووی والقرطبی

---

حاشیہ صفحہ گزشتہ: منگائی جب وہ لائی گئی تو اس کے دو ٹکڑے کئے گئے اور جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جس کو امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کیا ہے جس میں دو شاخوں کے لگانے کا ذکر آتا ہے دونوں حدیثوں میں ایک ہی واقعہ مذکور ہے یا ہر ایک میں جدا جدا قصوں کا بیان ہے اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں ایک ہی قصہ مذکور نہیں بلکہ یہ دو قصے ہیں ہر ایک حدیث میں ایک دوسرے قصے کا بیان ہے اور ان دونوں قصوں میں کئی وجہ سے مغایرت ہے اول یہ کہ یہ واقعہ مدینہ منورہ کا ہے اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ ایک جماعت تھی اور حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جو مذکور ہے وہ واقعہ سفر کا ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے تھے اور جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تنہا حضور اقدس کے ساتھ تھے (تو اس قصے میں حضور کے ساتھ جماعت ثابت ہوئی اور یہاں تنہا حضرت جابر) (بقیہ اگلے صفحہ پر)



علامہ احمد بن محمد خطیب قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد الساری شرح صحیح البخاری، مطبوعہ مطبع نول کشور کانپور کی جلد اول صفحہ ۲۳۵ میں لکھتے ہیں:

وفیہ نظر لما فی حدیث ابی بکرۃ عند الامام احمد والطبرانی انہ الذی اتی بالجریدۃ الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وانہ الذی قطع الغصنین فدل ذلک علی المغایرۃ ویؤید ذلک ان قصۃ الباب کانت بالمدینۃ وکان معہ علیہ الصلوٰۃ والسلام جماعۃ وقصۃ جابر کانت فی السفر وکان خرج لحاجۃ فتبعہ جابر وحدہ فظھر التغایر بین حدیث ابن عباس وحدیث جابر بل فی حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ المروی فی صحیح ابن حبان ما یدل علی الثالثۃ،

اس میں نظر ہے کیونکہ حدیث ابو بکرہ میں امام احمد اور طبرانی کے نزدیک یہ ہے کہ اتی بالجریدۃ الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وانہ قطع الغصنین کہ وہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک شاخ لائے اور انہوں نے دو ٹہنیاں توڑیں تو اس نے دونوں کے جدا ہونے پر دلالت کی اور اس کی تائید اس سے بھی ہے کہ یہ واقعہ مدینہ پاک کا ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت تھی اور حضرت جابر کا واقعہ سفر کا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ضرورت کیلئے تشریف لے گئے تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ تنہا آپ کے پیچھے ہولئے تو حدیث ابن عباس اور حدیث جابر رضی اللہ عنہم کے درمیان جدائی ظاہر ہو گئی بلکہ حدیث ابو ہریرہ میں جو کہ صحیح ابن حبان میں مروی ہے وہ ہے جو کہ تیسرے

ان عبارتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نووی و قرطبی کا واقعہ کو ایک بتانا مسلم نہیں [illegible]

دونوں واقعوں میں تغایر ہے بلکہ حدیث ابو ہریرہ جو صحیح ابن حبان میں مروی ہے تیسرے واقعہ پر دلالت کرتی ہے اب معلوم ہو گیا کہ حکیم صاحب نے جو شفاعت والی حدیث پیش کی ہے وہ واقعہ ہی دوسرا ہے جسے اس واقعہ سے بالکل مغایرت ہے جس سے میں نے استدلال کیا ہے مگر حکیم صاحب کو کیا خبر کہ خصم کیا کہتا ہے اور وہم کیا۔ دونوں حدیثوں کے الفاظ جو بعض قریب قریب دیکھے تو خوش ہو کر

---

(حاشیہ گزشتہ صفحہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تو معلوم ہو گیا کہ قصہ ایک نہیں) دوسری وجہ یہ ہے کہ اس واقعہ میں سرور اکرم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے شاخ کے دو حصے کرنے کے بعد گاڑا ہے جیسا کہ اعمش کی روایت سے معلوم ہوتا ہے جو اگلے باب میں آئی ہے اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ بیان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو شاخیں ان دو درختوں سے کاٹیں جن کے ساتھ حضور اقدس نے قضائے حاجت کے وقت پردہ فرمایا تھا پھر حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شفیع عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے حکم سے وہ دونوں شاخیں دائیں بائیں ڈال دیں، جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف فرما تھے نے اس کی حکمت (بقیہ اگلے صفحہ پر)

وہ حدیث اپنی اثباتِ مدعا میں لکھ ڈالی مگر سے فرق را کے بنید آں استیزہ جو۔ سبحان اللہ آفریں اس علم ولیاقت پر کہاں کا جوڑ کہاں لگایا ہے۔

لوگو! مرے مجنوں کو کوئی چرخ پہ ڈھونڈو
شیریں کی یہ فریاد بھی کلکتہ میں سب سے

اگر ایسی مبلغ علم اور ایسی خوش لیاقتی اور دعا گوہی پر فتوے نویسی کی ہمت ہے تو دیکھئے کیا کیا گل کھلتے ہیں۔ **فائدہ:** حکیم صاحب نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسم مبارک کے ساتھ (رض) اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے ساتھ (صلعم) لکھدیا ہے اور یہ دونوں صلوٰۃ و ترضی کی رمزیں ہیں۔ حکیم صاحب نے اتنی طویل تحریر تو لکھ ڈالی کیا انھیں دو چار لفظوں میں اختصار کی ضرورت تھی مگر حقیقت میں جناب کو معلوم نہیں کہ یہ حرکت مذموم ہے۔ ملاحظہ ہو کہ امام نووی قدس اللہ تعالیٰ روحہ مقدمہ شرح صحیح مسلم صفحہ ۱۳ سطر ۶ میں فرماتے ہیں:

یستحب لکاتب الحدیث اذا مر بذکر اللہ عزوجل ان یکتب عزوجل او تعالٰی او سبحانہ و تعالٰی او تبارک و تعالٰی او جل ذکرہ او تبارک اسمہ او جلت عظمتہ او ما اشبہ

یعنی کاتب حدیث کے لئے مستحب ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام پاک لکھے تو اس کے ساتھ عزوجل یا تبارک و تعالیٰ یا جل ذکرہ یا تبارک اسمہ یا جلت عظمتہ یا اس کی مثل اور کلمے لکھے اور ایسے ہی نبی کریم (صلی اللہ

---

بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ

دریافت کی ارشاد ہوا کہ میں دو قبروں پر گزرا جن کے صاحبوں پر عذاب ہو رہا تھا پس میری شفاعت سے ان کے لئے رفع عذاب اس وقت تک کے لئے منظور فرمایا گیا جبتک کہ شاخیں تر رہیں۔ تیسری وجہ یہ کہ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ والے کے قصہ میں سبب عذاب مذکور نہیں۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں کلمہ ترجی مذکور نہیں پس ان وجوہ سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں مختلف واقعے ہیں۔ نیز ابن حبان نے اپنی صحیح میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ایک قبر پر گزرے اور فرمایا کہ میرے پاس دو شاخیں لاؤ پس ایک قبر کے سرہانے ایک پاؤں کی طرف لگائی گئیں۔ یہ حدیث بظاہر اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ واقعہ تیسرا ہے اب اس شخص کا کلام ساقط ہو گیا جس نے یہ دعویٰ کیا کہ واقعہ ایک ہی ہے جیسا کہ نووی اور قرطبی نے اسکی طرف میل کیا ہے ۱۲



ذٰلک وکذٰلک یکتب عند ذکر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بکمالہما لا رامزا الیہا ولا مقتصرا علی احدھما

وکذٰلک یقول فی الصحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ فان کان صحابیا ابن صحابی قال رضی اللہ تعالٰی عنہما وکذٰلک یترضی ویترحم علی سائر العلماء والاخیار ویکتب کل ھٰذہ وان لم یکن مکتوبا فی الاصل الذی ینقل منہ فان ھٰذا لیس روایۃ وانما ھو دعاء ینبغی للقاری ان یقرأ کل ما ذکرناہ وان لم یکن مذکورا فی الاصل الذی یقرأ منہ ولا یسأم من تکرر ذٰلک ومن غفل ھٰذا حرم خیرا عظیما وفوت فضلا جسیما،

تعالیٰ علیہ وسلم) کے نام پاک کے ساتھ پورا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) لکھے اور دونوں کے رمزیں یعنی تعم صلعم، تم، نہ لکھے اور صلوٰۃ و سلام میں سے ایک ہی پر اکتفا نہ کرے بلکہ دونوں کو لائے اور اگر صحابی کا ذکر آئے تو رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھے اور پورا لکھے اگرچہ اصل منقول عنہ میں نہ لکھا ہو کیونکہ یہ روایت نہیں بلکہ دعا ہے اور پڑھنے والے کو مناسب ہے کہ اس تمام کو پڑھے جس کا ہم نے ذکر کیا۔ اگرچہ اس اصل میں مذکور نہ ہو جس کو پڑھتا ہے اور اس کی تکرار سے ملال نہ کرے اور جو اس سے غافل رہے وہ خیر عظیم اور بڑے فضل سے محروم رہا۔

اب ذرا طحطاوی شرح در المختار بھی ملاحظہ ہو کہ اس میں ہے:

ویکرہ الرمز بالصلوٰۃ والترضی بالکتابۃ بل یکتب ذٰلک کلہ بکمالہ وفی بعض المواضع من التاتارخانیۃ من کتب علیہ السلام بالھمزۃ والمیم یکفر لانہ تخفیف

اس عبارت سے بھی معلوم ہو گیا کہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے رمز لکھنا مکروہ ہے، ان میں سے ہر ایک کو بکمالہ پورا پورا لکھنا چاہئے اور تاتارخانیہ کے بعض مواضع میں ہے کہ جس کسی نے علیہ السلام

وتخفیف الانبیاء کفر بلا شک ہمزہ اور میم کے ساتھ لکھا کافر ہو جائے گا اس لئے کہ یہ تخفیف ہے اور انبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ استخفاف بے شک کفر ہے۔

**حکیم صاحب:** اور امام ابو زکریا محی الدین نووی نے حدیث ابن عباس رضی کے تحت میں لکھا ہے: اما وضعہ صلعم علی القبر فقال العلماء ہو محمول علی انہ سال الشفاعۃ لھما فاجیبت شفاعتہ بالتخفیف عنھما الی ان ییبسا انتہی بلفظہ۔

**جواب:** مجھے نہایت افسوس ہے کہ حکیم صاحب کا ہر قول نقل کرنے کے بعد یہی کہنا پڑتا ہے کہ یہ بات دیانت کے خلاف کی ہے۔ تعجب ہے کہ حکیم صاحب نے بیش خویش محدث اور عالم ہو کر ذرا لحاظ اور پاس و دیانت کا نہ فرمایا۔ اس عبارت پر آنجناب نے ۴ کا ہندسہ لگایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ چوتھی عبارت ہے اور حال یہ ہے کہ اسی عبارت کو اول ۱ کا ہندسہ لگا کر بحوالہ ملا علی قاری رحمہ الباری تحریر فرما چکے ہیں۔ صرف عبارتوں کے عدد بڑھانے کے لئے حکیم صاحب نے اس عبارت کو دوبارہ لکھ کر چار کا ہندسہ لگا دیا کہ دیکھنے والے کم از کم اتنا تو سمجھ لیں کہ حکیم صاحب نے کئی عبارتیں پیش کی ہیں (اللہ رے دیانت) اب ذرا اس عبارت کو اصل کتاب منقول عنہ سے تو ملا کر دیکھیں کہ حکیم صاحب نے عبارتِ کتاب کی بلا کم و کاست تحریر فرمائی ہے یا حسب عادت کچھ تصرف کیا ہے ملاحظہ ہو نووی شرح مسلم شریف مطبوعہ نولکشور صفحہ ۱۴۱

واما وضعہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الجرید تین علی القبر فقال العلماء ھو محمول علی انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سال الشفاعۃ لھما فاجیبت شفاعتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالتخفیف الی ان ییبسا۔

رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قبر پر دو شاخوں کا رکھنا علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ اس پر محمول ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں کے لئے شفاعت کا سوال فرمایا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام شفاعت مقبول ہوئی ان شاخوں کے خشک ہونے تک عذاب ہلکا ہونے سے۔

یہ عبارت شرح مسلم امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اگر آپ چاہیں ملاحظہ فرمائیں۔



میں اصل کتاب کے صفحہ کا نشان دے چکا ہوں اس اصل عبارت میں اور حکیم صاحب کی پیش کردہ عبارت میں اتنا فرق ہے کہ نووی میں تو وضعہ کے بعد پورا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) لکھا ہے اور حکیم صاحب نے وہی اپنا آئم علم جہل لفظ (صلعم) لکھا ہے امام نووی نے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد الجرید تین بھی لکھا ہے حکیم صاحب نے یہ لفظ ہی چھوڑ دیا اور معنی کی طرف التفات نہ فرمایا نووی میں محمول علی انہ کے بعد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی لکھا ہے۔ حکیم صاحب نے یہ بھی چھوڑ دیا، نووی کی عبارت نمبر ۲ جو اوپر نقل ہوئی اس میں امام نووی محی الدین رحمہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ اگر منقول عنہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پاک کے ساتھ درود یعنی لفظ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نہ لکھا ہو تو بھی لکھ دینا چاہئے ہمارے محدث جناب حکیم صاحب کا عمل برعکس ہے یعنی درود لکھا ہو تب بھی چھوڑ دیجئے۔ سبحان اللہ، شفاعۃ کے بعد بھی امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) لکھا وہ بھی حکیم صاحب نے نہ لکھا غرضیکہ اتنی سی عبارت میں حکیم صاحب نے چار تصرف کئے ایک جگہ تو (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی رمز لکھی اور دو جگہ سے درود ہی اڑا گئے اور ایک جگہ جرید تین کا لفظ نیست و نابود کر دیا۔ حکیم صاحب جریدتین سے تو گھبراتے ہی ہیں نامعلوم کہ درود شریف لکھتے ہوئے کیوں ہاتھ دکھتے ہیں، اب یہ ملاحظہ فرمائیے کہ حکیم صاحب نے نووی رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایک قول تو نقل کر دیا۔ مگر کہیں کوئی عبارت اپنے خلاف مدعا چھوڑ تو نہیں گئے، تو چھوڑ کیوں نہیں جاتے خلاف عادت کیسے کرتے اگر لکھ دیتے تو کیا مخالف کا مدعا ثابت کرتے۔ اسی صفحہ میں امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ یہ فرما رہے ہیں۔

وقیل لکونھما یسبحان مادام رطبین ولیس للیابس تسبیح و ھذا مذھب کثیرین اوالاکثرین من المفسرین فی قولہ تعالیٰ وان من شیئ الا یسبح بحمدہ اور اسی صفحہ میں یہ بھی لکھا ہے واستحب العلماء قراءۃ القرآن عند القبر لھذا الحدیث لانہ اذا کان یرجی التخفیف لتسبیح الجرید فتلاوۃ القرآن اولی،

---

لہ یعنی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قبروں پر شاخیں بجھانے کی وجہ یہ ہے کہ وہ جب تک تر رہتی ہیں تسبیح کرتی ہیں اور خشک کیلئے تسبیح ثابت نہیں اور یہی کثیر یا اکثر مفسرین کا مذہب ہے آیہ وان من شیئ الا آخر بحمدہ کی تفسیر میں ۱۲

یعنی علماء نے قبر کے نزدیک قرآن شریف کا پڑھنا اسی حدیث کی وجہ سے مستحب کیا ہے کیونکہ تر شاخوں کی تسبیح سے تخفیفِ عذاب کی امید ہے تو قرآن پاک کی تلاوت سے بطریق اولیٰ ہوگی۔

اس کے بعد امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خطابی کے قول کی تردید کی ہے جس سے حکیم صاحب نے استدلال کیا ہے۔ چنانچہ وہ عنقریب نقل کیا جاویگا۔ رہا وہ شفاعت والا احتمال جس کی تائید حکیم صاحب امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس عبارت سے کیا چاہتے ہیں۔ اس کا ابطال فتح الباری وغیرہ سے اوپر بوضاحت کیا گیا، حاجتِ اعادہ نہیں۔

**حکیم صاحب:** اور دوسری جگہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے آخر کتاب میں لکھا ہے واما حدیث بجابر فی صاحبی القبرین فاجیبت بشفاعتی ان یرفعه ذلك عنهما ما دام الغصنان رطبین

**جواب** اول تو حکیم صاحب مسلم شریف میں یہ عبارت نکال دیں انشاء اللہ العزیز تاقیامت تو یہ عبارت حکیم صاحب کو مسلم شریف میں نہ ملے گی۔ حکیم صاحب بتا رہے ہیں کہ امام مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ نے آخر کتاب میں لکھا ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ حکیم صاحب تمام کتاب میں تو کہیں یہ عبارت دکھائیں: نہایت شرم کی بات ہے کہ کوئی عالموں میں دم بھرے اور ایسے غلط حوالے دے ایک عبارت لکھ جائے اور جس کتاب میں بتائے اس میں موجود نہ ہو پھر قطع نظر اس سے بالفرض اگر یہ عبارت کسی کتاب میں ہوتی بھی تو حکیم صاحب کو کیا مفید تھی اور خصم پر اس سے کیا حجت ہوسکتی تھی البتہ آپ کا مبلغ علم معلوم ہوگیا۔

**وہابی صاحبو!** اپنے علماء کی علم و لیاقت، صدق و دیانت کو تو دیکھو کہ یہ عبارت صرف عدد بڑھانے کے لئے لکھدی تاکہ دیکھنے والے سمجھیں کہ عبارتیں تو بہت لکھی ہیں۔ مگر یہ نہ خبر تھی کہ خصم کب چھوڑنے والا ہے۔ یہ راز نہاں کب چھپنے والا ہے آخر یہ عقدہ کھلے گا کہ یہ عبارت جو حکیم صاحب نے امام مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ کی بتائی ہے فی الحقیقت امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی عبارت ہے اور کہاں کی اسی عبارت کے بعد کی جس پر حکیم صاحب نے چار کا ہندسہ لگا کر امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے نقل



کیا ہے اور پہلے ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ سے اسی امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت کو ایک کا ہندسہ لگا کر نقل کر گئے ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم کی شرح نووی کا صفحہ ۱۴۱ ملاحظہ ہو کہ یہ عبارت امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اسی عبارت کے متصل موجود ہے ایک سطر کا بھی تو فصل نہیں ع

آفریں باد بریں ہمت مردانہ تو۔ اگر حکیم صاحب اس عبارت کو امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ کی نہ بتاتے اور سچ بول دیتے تو اسے دوسری عبارت کون لکھتا اور عبارتوں کے عدد کیسے بڑھتے پھر اس عبارت میں بھی کچھ نہ کچھ ایجاد بندہ ضرور ہے وہ یہ کہ نووی کی عبارت میں اما نہیں آپ نے اپنی طرف سے ایجاد کیا (نووی کی عبارت میں) ما دام القضیبان ہے آپ نے ما دام الغصنان لکھا پھر کمال یہ کہ نمبر ۳ کے ہندسہ کے نیچے مسلم شریف سے اسی حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی جملہ خود نقل بھی کر چکے ہیں اور پھر دوبارہ لکھدیا کہ مسلم شریف میں ہے اور لفظ اپنے اپنی طرف سے ایجاد کر دیئے جن کا مسلم شریف میں پتہ و نشان (حکیم صاحب) نے اس کے بعد تورپشتی اور ابن ملک رحمۃ اللہ علیہما شارحان مصابیح اور ابن حاج رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مدخل کی عبارتیں پیش کیں ہیں، چونکہ شرح تورپشتی اور ابن ملک فہرست میرے پاس موجود نہیں اور حکیم صاحب نے کتابیں نہیں دیں باوجودیکہ وہ تصحیح نقل کے ذمہ دار تھے اس واسطے میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اصل کتابوں میں بھی عبارتیں ایسی ہی ہیں جیسی حکیم صاحب نے نقل کی ہیں۔ یا حکیم صاحب نے کوئی تغیر و تبدل کیا ہے گزشتہ عبارتیں دیکھ کر حکیم صاحب کی دیانت کا اندازہ تو ہو ہی گیا ہے کہ ایک عبارت بھی دیانت سے نقل نہ کی۔ قطع نظر اس سے حکیم صاحب کی ان عبارتوں کا ماحصل یہ ہے کہ تخفیف عذاب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے دست مبارک کی برکت یا دعا سے ہوئی جریدہ کو اس میں دخل نہیں۔

**جواب:** یہ ہے کہ آپ یہ عبارتیں پیش ہی نہیں کر سکتے تھے جبکہ میں شامی کی عبارت نقل کر چکا تھا جس کو اب پھر لکھتا ہوں۔ ردالمحتار شرح درالمختار مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۶۶۲ میں ہے:

| | |
|---|---|
| تتمہ یکرہ ایضا قطع النبات والحشیش من المقبرۃ دون الیابس کما فی البحر | نیز قبرستان سے تر گھاس وغیرہ کا اکھاڑنا مکروہ ہے خشک کا نہیں جیسا کہ بحر و درر اور شرح منیہ میں ہے |

والدر، وشرح المنية وعلله في الامداد بانه مادام رطبا يسبح الله تعالى فيونس الميت به وتنزل بذكره الرحمة اه ونحوه في الخانية اقول دليله ماورد في الحديث من وضعه عليه الصلوٰة والسلام الجريدة الخضراء بعد شقها نصفين على القبرين الذين يعذبان وتعليله بالتخفيف عنهما مالم ييبسا اے يخفف عنهما ببركة تسبيحهما اذ هو اكمل من تسبيح اليابس لما في الاخضر من نوع حياة وعليه كراهة قطع ذلك وان نبت بنفسه ولم يملك لان فيه تفويت حق الميت ويوخذ من ذلك ومن الحديث ندب وضع ذلك للاتباع ويقاس عليه ما اعتيد في زماننا من وضع اغصان الآس ونحوه، وصرح بذلك ايضا جماعة من الشافعية وهذا اولى مما قاله بعض المالكية من ان التخفيف عن القبرين انما حصل ببركة يده الشريفة صلى الله تعالى عليه وسلم او دعائه لهما فلا يقاس عليه غيره وقد ذكر البخاري ان بريدة بن الحصيب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوصى ان يجعل في قبره جريدتان والله تعالى اعلم

اور امداد میں اس کی یہ علت بیان کی ہے کہ جبتک وہ تر رہیں گی اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی رہیں گی تو میت کو اس سے انس ہوگا اور اس کے ذکر سے رحمت کا نزول ہوگا۔ اور اسی طرح خانیہ میں ہے۔ میں کہوں گا کہ اس کی دلیل وہ ہے جو حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سبز شاخ رکھنا اس کو دو ٹکڑے کرنے کے بعد ان دونوں قبروں پر کہ جن میں عذاب ہو رہا تھا اور ان دونوں کی وجہ سے عذاب ہلکا ہونے کی علت بیان کرنا جبتک وہ سوکھیں یعنی ان شاخوں کی تسبیح کی برکت سے ان دونوں قبروں سے عذاب ہلکا ہوجائیگا کیونکہ تر کی تسبیح خشک کی تسبیح سے کامل ترین ہے اس لئے کہ اس سبز میں ایک طرح کی زندگی ہے اور اس کے کاٹنے کی کراہت اسی پر ہے اگرچہ وہ خود بخود اگ آئے اور اس کا کوئی مالک نہ ہو کیونکہ اس میں حق میت کو ضائع کرنا ہے۔ اور اس سے اور حدیث شریف سے اس کے رکھنے کا مستحب ہونا ماخوذ ہے اتباع کی وجہ سے اور اسی پر قیاس کیا جائیگا اس کا جو ہمارے زمانے میں آس وغیرہ کی شاخیں رکھنے کی عادت ہے اور شافعیہ میں سے بھی ایک جماعت نے اس کی تصریح کی ہے اور یہ اس سے بہتر ہے جو بعض مالکیہ نے کہا کہ دونوں



قبر والوں پر عذاب کم ہونا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں یا ان دونوں کے لئے آپ کی دعا کی برکت کی وجہ سے حاصل ہوا ہے تو اس پر دوسرے کو قیاس نہ کیا جائے گا؛ حالانکہ امام بخاری نے ذکر کیا ہے کہ بریدہ بن حصیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت فرمائی کہ آپ کی قبر میں دو شاخیں رکھی جائیں۔

اس عبارت سے صاف معلوم ہو گیا کہ آنحضرت سراپا رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت دست مبارک اور دعا پر محمول کرنے سے تسبیح جریدہ پر محمول کرنا اولیٰ ہے۔ شافعیوں کی ایک جماعت بھی اسی طرف ہے جب کتب کی تصریح یہ ہے علی الخصوص خانیہ جس کے مصنف امام فقیہ النفس فخر الدین اوزجندی ہیں جن کی نسبت ائمہ وعلماء نے تصریح فرمائی کہ ان کی تصحیح سے عدول نہ کیا جائے کہ نفس اجتہادی رکھتے ہیں تو اس کے مقابل بعض مالکیہ یا متاخرین حنفیہ کی شروح حدیث پیش کرنا فقاہت سے بالکل بعید ہے علماء کرام تصریح فرماتے ہیں کہ کتب فقہ شروح حدیث پر مقدم ہیں۔ کما فی رد المحتار وغیرہ مدخل ابن الحاج کا جواب بھی اس میں آگیا اس کا حاصل بھی یہی ہے۔ علاوہ بریں امام ابن الحاج مالکی المذہب ہیں انھوں نے اپنے اصول پر عمل کیا کہ قول وفعل صحابی حجت نہیں۔ حکیم صاحب حنفی ہیں اور حنفیہ کے اصول میں قول وفعل صحابی بھی حجت شرعیہ ہے یہ اس سے کیونکر عدول کرتے اور جا بجا مالکیہ شافعیہ کا دامن پکڑتے ہیں پھر مدخل میں فعل بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ جواب کہ اور صحابہ نے نہ کیا اگر وہ عموم سمجھتے تو سب کرتے بغایت عجیب ہے مستحب کے لئے کس نے لازم کیا کہ سب بالاجماع اس پر عامل رہے ہوں بعض کا قول اور باقی کا عدم انکار بلاشبہ کافی ہے" اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم ارشاد ہوا ہے کہ میرے صحابہ مثل ستاروں کے ہیں تم ان میں سے جس کی پیروی کرو راہ پاؤ گے یا یہ فرمایا کہ جب تک سب صحابہ بالاتفاق کسی فعل کے عامل نہ ہوں اتباع نہ کرو۔ اس فعل نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سب کو اطلاع کہاں ثابت اور جن بعض کو اطلاع ہے اُن میں دو کا فعل ثابت ہے اور بعض سے منقول نہیں تو عدم نقل نقل عدم نہیں نہ ترک مستحب مفید عدم استحباب پھر ابن حاج کی مستند بھی یہاں وہی عبارت خطابی ہے جس کا جواب بارہا گزر چکا۔ طرفہ یہ کہ اسی مدخل میں خود عبارت خطابی سے منقول کہ

والعامة في كثير من البلاد ان تغرس الخواص في قبور موتاهم يعني بحضرت شهر

ہیں عام اہلِ اسلام اپنے اموات کی قبروں میں برگِ خرما گاڑھتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ سنت مسلمانوں میں قرناً فقرناً جاری رہی خطابی کی وفات ۳۰۸ھ میں ہے۔

**حکیم صاحب:** اور ابن طاہر نے مجمع البحار میں لکھا ہے: ولیس فی الجریدۃ معنیٰ یخصہ وانما ذالک ببرکۃ یدہ۔ انتہٰی

**جواب:** ہاں جناب حکیم صاحب یہ عبارت تو مجمع البحار میں ہے مگر بقول شخصے کہ ؎

لاتقربوا الصلوٰۃ زیست بخاطرست ٭ واذا مریاد ماند کلوا واشربوا ترا،،

سبحان اللہ خوب عبارت نقل کی آدھی تو لکھ گئے اور مخالف مدعا باقی چھوڑ گئے اب ذرا مجمع البحار جلد سوم مطبوعہ مطبع نولکشور ص ۲۹۸ میں ملاحظہ ہو۔

وفی الجریدۃ معنیٰ یخصہ وانما ذالک ببرکۃ یدہ ولذا انکر الخطابی وضع الناس الجرید ونحوہ علی القبر وقیل الرطب یسبح فیخفف ببرکتہ فیطرد فی کل الریاحین والبقول بقولہ وان من شیئ ای حی حیوٰۃ کل شیئ بحسبہ،

مطلب یہ ہے کہ جریدہ میں کوئی معنیٰ ایسا نہیں جو اس کو خاص کریں اور یہ تخفیف تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے دستِ مبارک کی برکت سے ہوئی اور اسی واسطے خطابی نے لوگوں کے جریدہ وغیرہ کے قبر پر ڈالنے کا انکار کر دیا اور کہا گیا ہے کہ تر یعنی شاخ سبز تسبیح کرتی ہے اور اس کی تسبیح کی برکت سے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے پس یہ حکم تمام پھولوں اور سبزیوں میں عام ہو جائے گا چونکہ قرآن پاک میں آچکا ہے کہ ہر چیز تسبیح کرتی ہے۔ اور ہر چیز سے ہر زندہ چیز مراد ہے اور ہر شے کی زندگی اسی کے لائق ہوتی ہے۔ نباتات کی زندگی اس وقت تک ہے کہ خشک نہ ہو جائیں۔

حکیم صاحب نے عبارت کا یہ اخیر حصہ تو چھوڑ دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تخفیفِ عذاب کا باعث تسبیح جریدہ ہے اور جس عبارت میں قبروں پر پھول وغیرہ ڈالنے کا صاف جواز مذکور ہے اور پہلا حصہ خطابی کا مذہب لکھ ڈالا جس کا اکابر علماء نے رد کیا ہے۔ ہاں حکیم صاحب فرمائیں گے کہ اس میں یہ قول بلفظ قیل ہے۔ جی تو یہ عبارت برمز ک کرمانی یا قسطلانی شافعی کی ہے مگر اس سے پہلے کی عبارت



اسی مجمع البحار میں تھی جس میں اس قیل کو مذہب محققین سے موید کیا تھا حکیم صاحب اسے بھی اڑا گئے۔

مجمع البحار میں بعد ذکرِ احتمالِ شفاعت کے لکھتے ہیں:

وقیل لکونہما یسبحان مادام رطبین لقولہ تعالیٰ وان من شیئ الا یسبح ای شیئ حی وحیوٰۃ الخشب مالم ییبس والحجر مالم یقطع والمحققون علی تعمیم الشیئ وتسبیحہ دلالۃ علی الصانع واستحبوا قراءۃ القرآن عند القبر لانہ اذا خفف بتسبیحہ فتلاوۃ القرآن اولیٰ

یعنی کہا گیا ہے کہ تخفیفِ عذاب کا باعث یہ ہے کہ وہ شاخیں جبتک تر رہیں گی تسبیح کریں گی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کوئی شی نہیں مگر وہ تسبیح کرتی ہے یعنی زندہ چیز اور لکڑی کی زندگی جبتک ہے کہ خشک نہ ہو اور پتھر کی جبتک کہ قطع نہ کیا جائے اور محققین کے نزدیک شے عام ہے اور اس کی تسبیح صانع پر دلالت کرنا ہے اور قبر کے پاس قرآن شریف کا پڑھنا علماء نے مستحب کیا ہے کیونکہ جب تسبیح جریدہ سے تخفیف حاصل ہوتی ہے تو قرآن پاک کی تلاوت اور بھی اولیٰ ہے۔

حکیم صاحب نے اول آخر چھوڑ کر صرف بیچ کا جملہ پکڑ لیا۔

ہر چند کہ خطابی کے قول کا نامقبول ہونا بیان ہو چکا مگر مزید اطمینان کے لئے اور بھی ملاحظہ فرمائیے علامہ حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ جو اپنے زمانے کے فرد ہیں جیساکہ علامہ علی قاری رحمہ الباری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد اول صفحہ ۲۲۰ میں فرماتے ہیں:

وشیخ مشائخنا السیوطی ھو الذی احیا علم التفسیر الماثور فی الدر المنثور وجمع جمیع الاحادیث المتفرقۃ فی جامعہ المشہور وماترک فنا الا ولہ فیہ متن وشرح مسطور بل ولہ زیادات ومخترعات یستحق ان یکون ھو المجدد فی القرآن المذکور کما

یعنی ہمارے شیخ المشائخ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ وہ ہیں جنہوں نے علم تفسیر کو درمنثور میں زندہ کیا اور جمیع احادیثِ متفرقہ کو اپنی مشہور جامع میں جمع فرمایا کوئی فن نہیں چھوڑا جس میں کوئی متن یا شرح نہ لکھی ہو بلکہ ان کی زیادات ومخترعات بھی ہیں وہ اپنے زمانہ کے مجدد ہونے کے مستحق ہیں جیساکہ انہوں نے

ادعاه وهو في دعواه مقبول ومشكور هذا هو الاظهر عندي، والله اعلم

دعوی کیا ہے اور وہ اپنے دعوی میں مقبول و مشکور ہیں۔

یہ مجدد سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ زہر الربی علی المجتبی یعنی شرح نسائی شریف مطبوعہ مطبع نظامی صفحہ ۱۵ و ۱۶ میں تحریر فرماتے ہیں:

وقد استنكر الخطابي ومن تبعه وضع الناس الجريد ونحوه في القبر عملا بهذا الحديث قال الطرطوسي لان ذلك خاص ببركة يده صلى الله تعالى عليه وسلم وقال الحافظ ابن حجر ليس في السياق ما يقطع بانه باشر الوضع بيده الكريمة بل يحتمل ان يكون امر به وقد تاسى بريدة بن الحصيب الصحابي بذلك فاوصى ان يوضع على قبره جريدتان وهو اولى بان يتبع من غيره انتهى قلت واثر بريدة يخرج في طبقات ابن سعد وقد اوردته في كتاب شرح الصدور مع اثر اخر عن ابي برزة الاسلمي مخرج في تاريخ ابن عساكر وقد رد النووي استنكار الخطابي وقال لا وجه له

خلاصہ یہ ہے کہ خطابی اور ان کے متبعین نے لوگوں کی قبروں پر تر شاخیں وغیرہ رکھنے کا انکار کیا ہے طرطوسی نے کہا اس لئے کہ یہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک کی برکت کے ساتھ مختص ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا کہ حدیث کا سیاق بھی یقین نہیں دلاتا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دست مبارک ہی سے شاخیں لگائی ہوں بلکہ یہ احتمال ہے کہ کسی کو یہ حکم فرما دیا ہو اسی لحاظ سے حضرت بریدہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی کہ ان کی قبر پر دو شاخیں رکھی جائیں اور غیروں کا اتباع کرنے سے ان کا اتباع مناسب تر ہے (مجدد سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ بریدہ کا اثر طبقات ابن سعد میں تخریج کیا گیا ہے اور میں نے کتاب شرح الصدور میں مع ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوسرے اثر کے اس کو وارد کیا ہے* اور نووی نے خطابی کے انکار کو رد کیا ہے اور کہا کہ اس انکار کی کوئی وجہ نہیں۔

پھر نووی شرح مسلم صفحہ ۱۴۱ جلد اول مطبوعہ مطبع مجتبائی کے یہ الفاظ ملاحظہ ہوں:

* تاریخ ابن عساکر میں تخریج کیا گیا ہے



وقد انكر الخطابي ما يفعله الناس على القبور من الاخواص ونحوها متعلقين بهذا الحديث وقال لا اصل له ولا وجه له

یعنی خطابی نے قبروں پر خواص کے اس حدیث شریف کی بابت تر شاخیں وغیرہ ڈالنے کا انکار کیا اور لا اصل لہ کہا واقع میں اس لا اصل لہ کہنے کی کوئی وجہ نہیں ہے

سبحان اللہ! خطابی کے انکار کی تو حقیقت کھل گئی اور یہی خطابی منکرین کے اور بالخصوص ہمارے حکیم صاحب کے بڑے مستند تھے لیکن یہاں چند باتیں اور بھی قابل لحاظ ہیں۔ اولاً امام عینی نے شرح صحیح بخاری میں انھیں خطابی سے نقل کیا ہے کہ ان کو سوکھی شاخ رکھنے سے انکار ہے کہ شاخ خرما کی خصوصیت سے کہ یہاں تر چیز ہونی چاہئے کچھ ہو عبارت یہ ہے:

ومنها قيل هل في الجريد معنى يخصه في الغرز على القبر لتخفيف العذاب الجواب انه لا لمعنى يخصه بل المقصود ان يكون فيه رطوبة من اي شجر كان ولهذا انكر الخطابي ومن تبعه وضع اليابس الجريد،

یعنی کہا گیا ہے کہ کیا کھجور کی شاخ میں خصوصیت ہے جو تخفیف عذاب کے لئے قبروں پر ہی گاڑی جاوے اس کا جواب یہ ہے کہ کھجور کی شاخ میں کوئی خصوصیت نہیں مقصود تو تر سے ہے خواہ کسی درخت کی ہو اور اسی وجہ سے خطابی اور ان کے متبعین نے قبر پر کھجور کی خشک شاخ ڈالنے کا انکار کیا ہے ثانیاً یہی خطابی تسلیم کرتے ہیں کہ درخت کی تسبیح سے میت کے لئے تخفیف کی امید ہے۔

اور عینی شرح بخاری جلد اول صفحہ ۸۷۵ میں ہے:

قال الخطابي فيه دليل على استحباب تلاوة الكتاب العزيز على القبور لانه اذا كان يرجى عن الميت التخفيف بتسبيح الشجر فتلاوة القرآن العظيم اعظم رجاء وبركة

یعنی خطابی نے کہا اس حدیث میں دلیل ہے کہ قبروں پر قرآن مجید کی تلاوت مستحب ہے اس لئے کہ جب درخت کی تسبیح میں میت سے تخفیف عذاب کی امید ہوئی تو قرآن مجید کی تلاوت میں تو امید و برکت عظیم تر ہے

امام کا یہ قول بعینہ ہمارے مذہب کی تسلیم ہے ثالثاً لطیف تر یہ کہ امام خطابی مرحوم اسی قول کو علمائے کرام کا قول بتاتے ہیں۔ علامہ حافظ مجدد جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کے شرح الصدور بشرح احوال الموتی فی القبور مطبوعہ مطبع محمدی لاہور کا صفحہ ۲۱۱ ملاحظہ ہو کہ اس میں ہے:

[۲۱] قال الخطابی هذا عند اهل العلم محمول علی ان الاشیاء مادامت علی خلقها او خضرتها وطراوتها فانها تسبح حتی تجف رطوبتها او تحول خضرتها او تقطع عن اصلها.

یعنی خطابی نے کہا کہ اہل علم کے نزدیک یہ اس پر محمول ہے کہ جب تک اشیا اپنی خلقی حالت یا سرسبزی وشادابی پر رہیں تسبیح کرتی رہتی ہیں یہاں تک کہ ان کی رطوبت خشک ہو جائے اور سرسبزی جاتی رہے یا وہ اپنی اصل سے قطع کی جاویں۔

اب کم از کم اتنا ہے کہ خطابی کا قول خود مضطرب ہے اور مضطرب قول قابل استناد نہیں ہو سکتا۔ حکیم صاحب کے بڑے ماوا وملجا یہی خطابی تھے۔ ان کا حال معلوم ہو گیا کہ یہ خود ہمارے موافق تصریح کرتے اور اسی کو علماء کرام سے نقل فرماتے ہیں۔ اور بالفرض اگر خطابی شافعی منکر ہوتے تو بھی حکیم صاحب کو ان کے قول کے مقابلہ میں حدیث شریف وتصریحات وفقہ حنفی چھوڑتے شرم آنا چاہیے۔ بالخصوص جبکہ علماء اس قول کو رد بھی کر چکے ہوں جب حدیث شریف سے صراحتاً ثابت کہ خود سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے تر شاخیں قبروں پر جمائیں اور صحابہ کرام نے ان کا اتباع کیا قرناً فقرناً عام مسلمانوں میں رائج رہا علماء حنفیہ نے اسے مستحب کہا پھر اس امر میں گفتگو کرنا اور یہ کہنا کہ فلاں شافعی یا مالکی نے انکار کیا ہے کیا معنی۔ آپ سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے فعل شریف کا اتباع کیجئے اپنی فقہ حنفی کی پیروی کیجئے۔ ہاں جب فقہ درکنار دل میں خود فعل اقدس کی قدر نہ ہو تو آدمی مجبور ہے۔ رہا آپ کا یہ عذر کہ یہ فعل حضور سید یوم النشور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ خاص تھا۔ قابل تسلیم نہیں، اگر حکیم صاحب کو علم اصول سے کچھ بھی تعلق ہوتا تو یہ نہ فرماتے، کیونکہ زید عمرو بکر کا کسی فعل کو آنسرور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ مختص کہہ دینا دلیل خصوصیت نہیں جبتک کہ اس کی تخصیص آنسرور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ دلائل شرعیہ سے نہ ثابت ہو۔ ہنوز جناب کو اتنی خبر نہیں کہ سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے افعال شرعیہ کا ادنی مرتبہ اباحت ہے جب ہی تو بے دھڑک شاخیں جمانے کو مکروہ تحریمی بتا دیا۔

ملاحظہ ہو حاشیہ اسی میں ہے:



[۲۲] وما لم یعلم علی ای جهة فعله قلنا فعله علی ادنی منازل افعاله وهو الاباحة لان الاتباع اصل فوجب التمسك به حتی یقوم دلیل الخصوصیة

اس عبارت سے یہ صاف ظاہر ہے کہ جب نہ معلوم ہو سکے کہ سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے یہ فعل کس جہت پر کیا تو سمجھ لینا چاہیے کہ حضور کا فعل کم از کم حضور کے افعال شریفہ کے ادنی منازل پر ہوگا

اور کم سے کم مرتبہ ان سرور والا جاہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے افعال شریفہ کا اباحت ہے۔ تو جب تک دلیل خصوصیت قائم نہ ہو حضور کے افعال شریفہ کے ساتھ تمسک واجب ہوگا کیونکہ حضور کا اتباع لازم ہے ہم تو حضور ہی کو مقتدا جانتے ہیں اور حضور ہی کے افعال شریفہ کا اتباع کرتے ہیں اور اللہ تعالی کی بارگاہ میں بھی التجا کرتے ہیں کہ ہمیں تا دم اخیر ہمارے آقا صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم کا اتباع نصیب رہے اور انہیں کے متبعین میں ہمارا حشر کرے۔ آمین،

مگر حکیم صاحب حدیث دیکھتے ہوئے زید عمرو بکر کے اقوال تلاش کرتے پھرتے ہیں کبھی مفید المومنین اٹھا لاتے ہیں کبھی مولوی اسحاق دہلوی کی مائۃ مسائل کا سبق سناتے ہیں۔ اے حکیم صاحب یہ کچھ کام نہ آئے گا۔ رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کا اتباع کیجئے۔ حکیم صاحب نے مجمع البحار کی عبارت کے بعد عینی کی عبارت نقل کی ہے اس کا حال یہ ہے کہ عینی کی عبارت کے اتنے ٹکڑے کا مضمون تو وہی ہے جو مجمع البحار کی عبارت کا تھا مگر میں علامہ عینی کی عبارت نقل کر چکا ہوں۔ جس کو حکیم صاحب حسب عادت اڑا گئے اور مزید برآں اور بھی سنئے تاکہ واضح ہو کہ حکیم صاحب علماء کرام کے کلام میں کس قدر کتر بیونت پر عمل کرتے ہیں اور عوام کو یوں دھوکہ دیں کہ ہم تو ان کے کلام سے سند لاتے ہیں۔ (عینی جلد اول ص۸۷۹)

[۲۳] واهل التحقیق علی انه یسبح واذا کان العقل لا یحیل جعل التمیز فیها وجاء النص وجب المصیر الیه واستحب العلماء قراءة القرآن عند القبر بهذا الحدیث لانه اذا کان یرجی التخفیف بتسبیح الجرید

اور اہل تحقیق اس پر ہیں کہ وہ تسبیح بیان کرتی ہے اور جبکہ عقل اس میں تمیز کے پیدا ہونے کو محال نہیں مانتی اور حالانکہ نص بھی وارد ہوئی تو اس کی طرف انتقال ضروری ہوا، اور علماء نے مستحب جانا تلاوت قرآن کریم کو قبر کے پاس اس حدیث شریف سے کیونکہ جب

فتلاوۃ القرآن اولیٰ فان قلت ما الحکمۃ فی کونھما مادام رطبین یمنعان العذاب بعد دعوی العموم فی تسبیح کل شیٔ قلت یمکن ان یکون معرفۃ ھذا کمعرفۃ عدد الزبانیۃ فی اللہ تعالیٰ ھو المختص بھا۔

شاخ کی تسبیح سے عذاب کم ہونیکی امید ہے تو تلاوت قرآن مجید سے بدرجہ اولیٰ۔ اگر تم یہ کہو کہ اسمیں کیا حکمت ہے کہ جبتک وہ تر رہیں عذاب کو مانع ہوں ہر چیز کی تسبیح میں عام دعویٰ ہونیکے باوجود میں کہوں گا کہ اس کی پہچان زبانیہ فرشتوں کی تعداد کی پہچان کیطرح ہے جوکہ اللہ رب العزت کے ساتھ خاص ہے۔

**حکیم صاحب:** سوائے آنحضرت صلعم کے سلف صالحین وائمہ مجتہدین سے ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا کہ ان کا بھی یہ معمول تھا۔

**جواب:** سبحان اللہ حکیم صاحب کے لئے آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہونا کافی نہیں اگر اور لوگوں سے ثابت ہوتا تو مان لیتے (اشرم)

**حکیم صاحب:** اور جو کہ حضرت بریدہ رضہ کی وصیت اور روایت سے استدلال کیا ہے کہ شاخہائے تر کا قبور پر ڈالنا عموماً جائز ہے ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے۔

**جواب:** ہاں جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہونا آپ نے کافی نہ سمجھا تو بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کیوں ماننے لگے ہو وہ تو صحابی ہیں مگر یہ بھی تو فرما چکے ہو کہ سلف صالحین سے ثابت ہوگا تو تسلیم کریں گے کیا آپ نے حضرت بریدہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سلف صالحین میں

---

[1] حکیم صاحب اپنے اس قول کی بنا پر مولوی اسمٰعیل صاحب تقویۃ الایمان کے نزدیک مشرک ٹھہرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا سلف صالحین وائمہ مجتہدین کی سند چاہتے ہیں اور صاحب تقویۃ الایمان کے نزدیک یہ شرک ہے چنانچہ وہ تقویۃ الایمان صفحہ ۴۹ میں لکھتے ہیں "جو کوئی کسی امام یا مجتہد کی یا غوث و قطب کی یا مولوی یا باپ دادوں کی یا کسی بادشاہ وزیر کی یا پادری یا پنڈت کی بات کو اور ان کی راہ و رسم رسول کے فرمانے سے مقدم سمجھے اور آیت و حدیث کے مقابل میں اپنے پیر و استاد کے قول سنتے پکڑے (مجھ سے حکیم صاحب کے مقابل مولوی اسحاق کے قول کی سند پکڑی تھی) یا خود پیغمبر ہی کو یوں نہ سمجھے کہ شرع انھیں کا حکم ہے ان کا جس جی چاہتا تھا اپنی طرف سے کہدیتے تھے اور وہی بات ان کی امت پر لازم ہو جاتی تھی۔ سو ایسی باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے۔"



بھی شمار نہیں کیا آپ کے نزدیک ان کا پایہ مولوی اسحاق دہلوی سے بھی کچھ کم ہے جو ان کا قول تو تسلیم کر لیا اور ان کی روایت تسلیم نہیں کرتے (ہائے ایمان۔ حیا)

**حکیم صاحب:** علامہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے: واما ما مرمن ایصاء بریدۃ فاجاب منہ القسطلانی کان بریدۃ حمل الحدیث علی عمومہ ولم یرہ خاصا ولکن الظاہر من تصرف المؤلف ان ذلک خاص لمنفعۃ بما فعلہ صلعم ببرکۃ الخاصۃ بہ وان الذی ینفع اصحاب القبور انما ھو الاعمال الصالحۃ فلذلک عقبہ بقولہ ورای ابن عمر فسطاطا انتہی یعنی وصیت حضرت بریدہ کی جو گزری اس کا جواب قسطلانی نے یوں دیا ہے کہ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حدیث کو محمول عموم پر کیا ہے اور اس بات کا لحاظ نہیں کیا کہ یہ حدیث خاص ہے لیکن ظاہر تصرف مؤلف سے یہ بات ہے کہ یہ منفعت خاصہ آپ کے فعل اور برکت مختصہ سے تھی اور اصحاب قبور جو نفع یاب ہوتے ہیں وہ عمل صالح سے ہوتے ہیں اسی واسطے علامہ قسطلانی نے تعاقب فرمایا ہے اور کہا ہے کہ ابن عمر نے اس کو خرگاہ جانا ہے انتہی بلفظہ

**جواب:** اولاً علاوہ کشف و کرامات در فن تاریخ ہم کمالے دارند کہاں امام عینی اور کہاں قسطلانی سے نقل۔ یہ عبارت جسے حکیم صاحب عینی میں قسطلانی سے منقول بتاتے ہیں یعنی کان بریدۃ حمل علی عمومہ الخ ضرور قسطلانی کی یہ عبارت ہے مگر حکیم جی کو خبر نہیں کہ امام عینی ان قسطلانی کے استاذ الاستاذ کے رتبہ میں ہیں۔ قسطلانی سخاوی کے شاگرد ہیں اور سخاوی عسقلانی کے اور عسقلانی و عینی دونوں ہمعصر و ہم شہر ہیں قسطلانی میں صدہا جگہ عینی سے نقول ہیں نہ کہ عینی پیشگی قسطلانی سے نقل کرنے بیٹھیں امام عینی کی وفات ۸۵۵ھ میں ہے اور قسطلانی کی وفات ۷۸ سال بعد ۹۳۳ھ میں۔ خود قسطلانی اپنی شرح کے شروع میں بخاری کے نمبر شمار میں لکھتے ہیں: شرحہ العلامۃ بدر الدین العینی الحنفی فی عشرۃ اجزاء واز ید وسماہ عمدۃ القاری شرع فی تالیفہ فی اواخر رجب ۸۲۱ھ وفرغ منہ خامس جمادی الاولیٰ ۸۴۷ھ

حکیم صاحب اگر اپنی منقولہ عبارت عینی میں دکھلا دیں تو ہم تین پائی کا ایک قبل ان کے

عطار کو عطا کریں گے اور حکیم جی کی ایک چہارم الگ ثانیًا ۔ اہل علم قسطلانی کی عبارت اور حکیم صاحب کے ترجمہ کو ملاحظہ فرما کر حکیم صاحب کو ان کی لیاقت کی داد دیں ۔

**حکیم صاحب :** فلذلك عقبه وهي ابن عمر فسطاطا کا ترجمہ کرتے ہیں اس واسطے علامہ قسطلانی نے تعاقب فرمایا ہے ۔ (کیا خوب) اور کہا ہے کہ ابن عمر نے اس کو (کسی کی قبر پر شامیانے) ڈالنے کو یا اور کسی چیز کو یا حکیم صاحب کو جو خرگاہ جانا ہے (سبحان اللہ) کیا مطلب ؟ حکیم صاحب کیا فرماتے ہو کیا آپ کے وہم میں ابن عمر قبر پر شامیانے ڈالنے کو خرگاہ سمجھ گئے ۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ۔ اللہ اللہ ! حکیم صاحب کی علمی لیاقت ۔ اگر کسی شرح جامی پڑھنے والے طالب علم کو یہ عبارت دے دیجئے تو وہ بھی تو اس کا مطلب نکال لے گا اور حکیم صاحب ہیں کہ چکرا رہے ہیں پھر کوئی بات کسی کی سمجھ میں نہ آئی تو خاموش ہی ہو رہے ترجمہ ہی نہ کرتے مگر نہیں بحکم آنچہ خواہی گوئے فرمائے ضرور جاتے ہیں درست ہو یا نہ درست غرض لا یعرف ما یجری علی لسانہ ولا یدری ما یخرج من راسہ ، سبحان اللہ حکیم صاحب کی علمی لیاقت بھی بڑے پائے کی ہے اب حکیم صاحب اپنے اس فقرے کا مطلب بیان فرمائیں ۔ ابن عمرؓ نے اسی کو خرگاہ بنا لیا ہے ۔ افسوس صد افسوس ع آدمیاں گم شدند ملک گرفت ، آجکل وہ لوگ اہل علم کی شمار میں ہیں جنہیں آسان سی عبارت کے ترجمہ تک کی لیاقت نہیں پھر اس کی کیا شکایت کہ لعبیدہ خاصًا کا یہ ترجمہ کیا اس بات کا لحاظ نہیں کیا کہ یہ حدیث خاص ہے اس کا یہ مفاد کہ حدیث تو واقع میں خاص ہے مگر معاذ اللہ بریدہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بے غوری سے اسے عام جان لیا حکیم صاحب یہ ولم یرہ خاصًا کا ہو تا لم یرہ خاصًا کا مطلب صرف اتنا ہے کہ بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے خاص نہ مانا جناب حکیم صاحب قسطلانی کا جواب جو آپ نے عینی سے نقل کیا ہے جس کا مطلب جناب نہیں سمجھے ہیں اس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک تو حدیث اپنے عموم پر ہے یہ تو یقینی مگر بخاری کا اثر حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد اثر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو لانا اس کا موہم ہے کہ شاید انھوں نے اس منفعت کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک کی برکت کے ساتھ مختص خیال ہو تو جناب من اول تو یہ ہی کب یقینی کہ امام بخاری نے



خاص سمجھا اور بالفرض اگر تسلیم بھی کیا جاوے تو ان کی رائے صحابی کی رائے کے مقابل کیا وقعت رکھتی ہے لا سیما وقد خالفہ عامۃ المحدثین والفقہاء* علامہ جلال الدین سیوطی نے زہر الربی شرح سنن نسائی شریف صفحہ ۱۳ میں بعد ذکر وصیت حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمایا وھو اولی بان یتبع من غیرہ کہ غیروں کا اتباع کرنے سے ان کا اتباع زیادہ مناسب ہے ۔ خصوصًا اصول حنفیہ میں مقرر ہو چکا ہے کہ تاویل صحابی تمام تاویلات پر مرجح ہے مگر حکیم صاحب کو حنفیہ سے کچھ تعلق ہی نہیں ،

**حکیم صاحب :** تیسرے یہ کہ اس حدیث سے گل وریاحین کا ڈالنا ہرگز ثابت نہیں جیسا کہ بعض نے سمجھا ہے انتہیٰ بلفظہٖ

**الجواب :** حکیم صاحب نے اس دعا پر چار عبارتیں بحوالہ عمدۃ القاری و فتاوی قرطبیہ و مفید المومنین و منہاج العارفین پیش کیں ۔ مگر نہ معلوم کہ فتاوی قرطبیہ دنیا کی کس اقلیم کے کس شہر کے کس مطبع میں کس کے اہتمام سے چھپ کر عنقا ہو گیا ۔ حکیم صاحب سے تصحیح نقل کے لئے ہر چند طلب کیا مگر پیش نہ کر سکے اور یہی فرماتے رہے کہ آپ اطمینان رکھیے عبارتوں کی نقل میں کوئی خیانت نہیں کی گئی یہ یہودیوں کا کام ہے ۔ مگر جن عبارتوں کی تصحیح نقل کی گئی انھیں ناظرین ملاحظہ کر چکے ہیں کہ کس درجہ کی احتیاط کے ساتھ حکیم صاحب نے عبارتیں نقل کی ہیں ۔ یہاں بھی جو عبارت نقل کی ہے اس میں بھی حسب عادت طرفہ قطع و برید فرمائی ہے اگلا حصہ پچھلا حصہ بیچ کے جملے پر استناد گرم وما یفعلہ اکثر الناس من وضع ما فیہ رطوبۃ من ریاحین والبقول ونحوھما علی القبور لیس بشیء تو لکھ ڈالا مگر بے سروپا کر کے عینی میں اس کے اول وہ عبارت ہے جو میں ابھی اس کے صفحہ ۸۷۹ سے نقل کر چکا جس میں حکیم صاحب کے اس مرض وہم کا شافی علاج اور صاف مصرح تھا کہ کچھ شاخ خرما کی تخصیص نہیں بلکہ کسی درخت سے ہو تر ہو ولہذا خطابی وغیرہ نے خشک شاخ بے برگ سے انکار کیا اور اس کے آخر وہ جملہ تھا جو اس عبارت منقولہ حکیم صاحب کا بھی مطلب کھولتا اور ان کے اصل مقصود کو جڑ سے اکھیڑ کر پھینکتا ہے اسے بھی کیوں نہ اڑا دیتے وہ کیا تھا یہ کہ قبروں پر جو پھول وغیرہ تر چیزیں ڈال دیتے ہیں یہ کچھ نہیں بلکہ سنت وانما السنۃ الغرز یعنی سنت گاڑھنا اور جمانا ہے

* خاص کر جبکہ عامۂ محدثین و فقہاء نے اس کی مخالفت کی ہو

اس فقرہ نے حکیم صاحب کے مدعا کی بالکل بیخ کنی کر دی یعنی جس کو حکیم صاحب نے مکروہ تحریمی بتایا اسی کو امام عینی نے سنت فرمایا اسی وجہ سے تو حکیم صاحب نے اس فقرہ کو نقل نہ کیا اب سے چاہیے حکیم صاحب دیانت فرمائیں چاہے احتیاط نام رکھیں۔ حکیم جی اس عبارت میں پھول اوپر سے رکھ دینے کی نسبت لیس بشیٔ یعنی کچھ نہیں کا لفظ دیکھ کر خوش ہوئے ہونگے اور یہ خبر نہیں کہ یہ لفظ کبھی بایں معنی آتا ہے کہ کچھ ضرور نہیں تو صرف نفی وجوب کریگا۔ کبھی بایں معنی کہ طریقہ مسلوکہ فی الدین نہیں تو فقط نفی سنت کریگا منافی استحباب نہ ہوگا کبھی بایں معنی کہ کوئی عبادت نہیں تو نفی ندب کریگا منافی اباحت نہ ہوگا کبھی بمعنی کراہت بھی مستعمل ہوتا ہے۔ در مختار میں ہے:

وقوف الناس یوم عرفة فی غیرها تشبیها بالواقفین لیس بشیٔ هو نکرة فی موضع النفی فتعم انواع العبادة من فرض وواجب ومستحب فیفید الاباحة وقیل یستحب ذلك كذا فی مسكین

یوم عرفہ کو لوگوں کا غیر عرفہ میں کھڑا ہونا وقوف کرنے والوں سے مشابہت کی وجہ سے تو یہ کوئی چیز نہیں یہ لیس لشیٔ نکرہ ہے جو مقام نفی میں ہے تو اقسام عبادت فرض واجب مستحب کو شامل ہوگا لہذا اباحت کا فائدہ دیگا اور یہ کہا گیا ہے کہ یہ مستحب ہے اور اسی طرح مسکین میں ہے! اور ذخیرہ میں ہے امام محمد سے وہ امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہما سے کہ آپ اس کو کچھ اعتقاد نہ فرماتے تھے! فقہاء متقدمین نے اس کے معنی میں گفتگو کی ہے ایک قول یہ ہے کہ آپ اسکو سنت تصور نہ فرماتے! اور ایک قول یہ ہے کہ آپ اس کو شکر تام نہ سمجھتے! ایک قول نفی وجوب کا ہے! اور ایک قول نفی مشروعیت کا ہے اگرچہ اس کا کرنا مکروہ ہے جس پر کوئی ثواب نہیں بلکہ اس کو ترک کر دینا ہی زیادہ بہتر ہے۔ اور اس کو مصطفی میں اکثر کی طرف منسوب کیا ہے۔ اگر امام علیہ

رد المحتار میں ہے:

فی الذخیرة عن محمد عنه ای عن الامام رضی الله تعالی عنه انه كان لا یریٰها شیئاً وتكلم المتقدمون فی معناها فقیل لا یراها سنة وقیل شكرا تاما وقیل اراد نفی الوجوب وقیل نفی المشروعیة وان فعلها مكروه لا یثاب علیه بل تركه اولی وعزاه فی المصطفی الی الاكثرین فان كان مستند الاكثرین ثبوت الروایة عن الامام به فذاك



والافضل من عبارتیه السابقتین محتمل والاظهر انها مستحبة لما نص علیه محمد

سے ثبوت روایت اکثر کی طرف منسوب ہے تو ٹھیک ورنہ پہلی تمام عبارتیں محتمل ہیں اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ مستحب ہے کہ اس پر امام محمد علیہ الرحمۃ نے نص فرمائی ہے۔

ایسی محتمل عبارت سے استناد محض خرط القتاد بلکہ اس کے مقابل اُن کا فرمانا کہ انما السنة الغرز یعنی دوم کا اشعار کرتا ہے یعنی ڈالنا سنت نہیں تو اس میں میرے حکم منقول شامی و عالمگیری کا کیا خلاف ہوا۔ اس کے سوا جو اور عبارتیں قبر پر پھول ڈالنے کے انکار میں حکیم صاحب نے پیش کی ہیں ان سے نہ بہ نیت زینت پھول ڈالنے کی کراہت ثابت ہوتی ہے اور یہ مبحوث عنہ نہیں بلکہ مبحوث عنہ تو یہ ہے کہ بغرض نفع میت قبروں پر پھولوں کا ڈالنا جائز ہے یا نہیں اس کے جواب میں میں پہلے عالمگیری اور شامی کی عبارتیں پیش کر چکا ہوں اور اب پھر فتاوی برہنہ مطبوعہ مطبع نولکشور جلد اول صفحہ ۳۶۲ کی عبارت پیش کرتا ہوں۔

دو در خزاست کسے کہ زیارت کند و گوید اللّٰھم انی اسئلك بحق محمد وآل محمد ان لا تعذب المیت حق تعالی عذاب از ان گور بردارد تا نفخ صور و گل و ریحان بر گور نہادن اولی است کہ تا تر است تسبیح می گوید میت را از ان انس میگردد و نیز گفتہ اند کہ گیاہ تر از گور نشاید دور کرد و ہر چند گیاہ تر بود اثر رحمت بیشتر بود کما فی الترغیب و تصدق بقیمت اولی تر۔

حدیث شریف میں ہے کہ جو قبر کی زیارت کرے اور یہ کہے کہ اے اللہ میں تجھ سے محمد و آل محمد صلی اللہ تعالی علیہ وعلیہم وسلم کے واسطے سے سوال کرتا ہوں کہ تو اس میت کو عذاب نہ کر! تو اللہ تعالی اس قبر سے عذاب کو اٹھا لیتا ہے صور پھونکنے تک۔ پھول وغیرہ قبر پر رکھنا بہتر ہے کہ جبتک تر رہیں گے تسبیح کریں گے اور میت اس سے انس حاصل کریگی۔ اسی مقام پر کہا گیا ہے کہ تر گھاس قبر سے نہ دور کریں کہ جبتک تر گھاس رہیگی قبر پر رحمت کا اثر زیادہ رہے گا جیسا کہ ترغیب میں ہے اور قیمت صدقہ کر دینا زیادہ بہتر ہے۔

ایسا ہی فقہ کی اکثر کتابوں میں مسطور ہے بنظر اختصار چھوڑا جاتا ہے مگر مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے فتاوے کی ایک عبارت اور پیش کی جاتی ہے

کیونکہ حکیم صاحب غالباً ان کے ضرور معتقد ہوں گے۔ فتاوے عزیزیہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی میں ہے:

ونہادن گل وخوشبو ماخوذ ازان ست کہ کفن میت را بخوشبو وکافور ودیگر خیر ہا ازیں جنس مثل حنوط یعنی ارگجہ آمدہ است وحالانکہ میت در قبر ست ازیں چیز ہا بر قبر می نہند تا مشابہت بمیت تازہ بہم رسد محتمل ست کہ ازیں نہادن خوشبو سرور بمیت می رسد زیراکہ دریں حالت روح بسیار مستلذ باستعمال خوشبو می شود وروح باقی ست ہر چند آلۂ وصول خوشبو در حالت زندگی کہ قوت شامہ است مفقود ست اما قیاساً بر لذات کہ میت را می رسد بعد موت از روئے شرع شریف ثابت یعنی لذتہائے عالم کہ در احادیث صحیحہ آمدہ است کہ فیاتیہ من روحہا وطیبہا ودر حق شہداء در قرآن مجید وارد ست یرزقون فرحین اثبات می تواند نمود۔

پھول رکھنا اور خوشبو اس سے ماخوذ ہے کہ کفن میت کو کافور اور خوشبو اور دوسری اسی قسم کی اچھی چیزوں سے جیسا کہ حنوط یعنی ارگجہ آچکا ہے، حالانکہ میت قبر میں ہے ان چیزوں کو قبر پر رکھتے ہیں تاکہ تازہ میت کیساتھ مشابہت ہو جائے احتمال ہے کہ اس خوشبو کے رکھنے سے میت کو سرور پہنچے اس لئے کہ اس حالت میں خوشبو کے استعمال سے روح بہت لذت پاتی ہے اور روح باقی ہے اگرچہ خوشبو پہنچنے کا آلہ جو حالت زندگی میں تھا یعنی قوت شامہ (سونگھنے والی قوت) وہ اب موجود نہیں لیکن لذتوں پر قیاس کرتے ہوئے جو کہ میت کو بعد موت پہنچتی ہیں از روئے شرع شریف ثابت ہے یعنی عالمی لذتیں جو کہ احادیث صحیحہ میں آئی ہیں کہ اس کے پاس اس کی خوشبو آتی ہے شہداء کے حق میں قرآن مجید میں وارد ہے۔ آیت یرزقون فرحین الخ سے ثابت کیا جاسکتا ہے

**حکیم صاحب:** یہ امر ہر ذی عقل و فہم پر ہویدا ہے کہ روایت فتاویٰ غرائب بمقابلہ احادیث کثیرہ و آثار صحابہ و روایات کتب معتبرہ فقہیہ کیا وقعت رکھتی ہے۔ انتہی بلفظہ

**جواب:** حکیم صاحب میری پیش کی ہوئی عبارت کو فرماتے ہیں کہ بمقابلہ احادیث کثیرہ کیا وقعت رکھتی ہے۔ یہ فرمانا حکیم صاحب کا جب درست تھا کہ جب کوئی حدیث اپنے مدعا کی تائید میں پیش کرتے مگر ایک حدیث بھی پیش نہ کرسکے اور احادیث کثیرہ کا نام لے دیا (دیانت)، ایسے ہی حکیم صاحب نے آثار صحابہ کا ذکر فرمایا اور باوجودیکہ انھوں نے میرے جواب



میں ایک بھی اثر کسی صحابی کا پیش نہیں کیا (جرأت) البتہ جو حدیثیں اور اثر میں نے پیش کیے تھے ان کے تسلیم کرنے سے انکار کیا (ایمانی قوت)، اسی طرح حکیم صاحب نے روایات کتب فقہیہ معتبرہ کا ذکر فرمایا ہے سو آپ کے جو معتبرات ہیں، سبحان اللہ عجیب ہیں ایک تو ان میں سے فتاویٰ قرطبیہ ہے جس کو حکیم صاحب تصحیح نقل کے وقت پیش نہ کرسکے۔ نہ کہیں جہان میں اس کا پتہ نشان، ایک مولوی اسحاق صاحب دہلوی کی مائۃ مسائل ہے جس میں اکثر مسئلے غلط لکھے ہیں اور جس کی عبارات منقول کتب منقول عنہا کے خلاف ایسی ہے۔ حکیم صاحب کی ایک آدھ اور بھی کوئی معتبر کتاب ہو گی جس کے سامنے وہ میری پیش کردہ شامی اور عالمگیری جیسی معتبر کتابوں کی عبارتوں کو بے وقعت بتاتے ہیں۔ اہل علم انصاف کریں!!

**حکیم صاحب** سوائے اس کے یہ چالاکی مجیب صاحب کی قابل دید ہے کہ بقول سب میٹھا میٹھا ہپ ہپ اور کڑوا کڑوا تھو تھو، مفید مطلب جو عبارت فتاوی عالمگیری کی تھی اس کو تو خوشی خوشی لکھدیا اور غیر مفید مطلب عبارت جو اس کے ہی آگے ہے نظر انداز کی اصل عبارت فتاوی عالمگیری کی یہ ہے" وضع الورد والریاحین علی القبور حسن" و "آن تصدق قیمتہ کان احسن" اول تو مجیب صاحب نے اس بددیانتی سے کام لیا کہ پورے مسئلہ فتاوی کو بیان نہ فرمایا دوسرے یہ کہ لفظ حسن اور احسن میں بھی مجیب صاحب نے امتیاز نہ کیا کہ قول مفتی بہ کو کس کس لفظ سے تعبیر کرتے ہیں انتہی بلفظہ

**جواب** حکیم صاحب نے میری نسبت بددیانتی کا لفظ تحریر فرمایا یہ ان کی عنایت ہے اور بھی جو چاہیں فرمائیں مگر الحمد للہ کہ میں بعنایت الٰہی ان خصلتوں سے دور ہوں، حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ غیر مفید عبارت چھوڑ دی۔ میں عرض کرتا ہوں کہ غیر مفید عبارت کا چھوڑ دینا بددیانتی نہیں ہے بلکہ اس کا لکھنا ہی سراسر عبث اور فضول ہے۔ میں نے جو عبارت چھوڑی ہے نہ مجھے مفید نہ حکیم صاحب کو۔ پھر حکیم صاحب کا بے جا الزام لگانا اور میری طرف بددیانتی کی نسبت کرنا محض کرم ہی کرم ہے میں نے جو عبارت چھوڑ دی ہے اسے مسئلہ زیر بحث سے واسطہ ہی نہیں، مسئلہ زیر بحث تو یہ ہے کہ قبروں پر پھول ڈالنا کیسا ہے عالمگیری میں لکھا ہے کہ اچھا ہے خوب ہے، چنانچہ اس مضمون کی عبارت

میں پیش کر چکا ہوں جو عبارت میں نے چھوڑ دی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ پھولوں کی قیمت کا صدقہ کر دینا بہتر ہے نہ اس وقت یہ مسئلہ زیر بحث نہ اس سے مسئلہ زیر بحث کو کچھ ضعف یا نقصان۔ پھر حکیم صاحب کا خواہ مخواہ میری طرف بد دیانتی کی نسبت کرنا ان کی عنایت ہے۔ میں یہ بھی نہیں کہتا کہ حکیم صاحب نے یہ پلیٹ بندی کی یعنی چونکہ وہ اپنی تحریر میں بہت سی عبارتوں کی خبر لے چکے تھے اس لئے اس خیال سے کہ ہمیں ضرور ہماری حرکتوں پر بددیانت کہا جائے گا ہم بھی تو ایک مرتبہ اپنے دل کی ہوس نکال لیں۔ حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ لفظ احسن اور احسن میں مجیب صاحب نے امتیاز نہ کیا کہ قول مفتی بہ کو کس لفظ سے تعبیر کرتے ہیں میں عرض کرتا ہوں کہ پھر جناب نے کیوں امتیاز کر دکھایا اور اب کچھ مردانگی ہے تو اب امتیاز کر کے اپنا مدعا ثابت کر دکھائیں۔ میرے نزدیک تو جناب کو ابھی لفظوں کا ترجمہ کرنا بھی آسان نہیں ہے جو اس موقعہ پر یہ فرمایا کہ قول مفتی بہ کو کس لفظ سے تعبیر کرتے ہیں، سنو صاحب حسن کا ترجمہ اچھا اور احسن کا ترجمہ بہت اچھا ہے۔ پھر اس عبارت کا ٹھیٹھ اردو میں یہ ترجمہ ہوا کہ قبروں پر پھول ڈالنا اچھا ہے اور قیمت کا صدقہ کر دینا بہت اچھا۔ حکیم صاحب ذرا سمجھئے یہاں دو مسئلہ مذکور ہیں ایک قبر پر پھول ڈالنے کا اور دوسرا اس کی قیمت کے صدقہ کر دینے کا۔ پہلا مسئلہ جو زیر بحث ہے اس میں اختلاف ہی کہاں نقل ہوا اور کئی قول ہی کس نے بیان کئے جو یہ احتمال ہو سکے کہ ایک قول مفتی بہ اور باقی اقوال غیر مفتی بہا ہیں دوسرے یہ کہ میں نے عالمگیری کے تمام مسائل لکھ ڈالنے کا ٹھیکہ نہیں لیا تھا مجھے صرف مسئلہ زیر بحث لکھنا تھا ایسی صورت میں جناب کا مجھ پر بددیانتی کا الزام لگانا اور مجھ سے قول مفتی بہ وغیرہ مفتی بہ میں امتیاز کرانا آپ کی دیانت اور امتیاز کی خوبی ہے۔

**لطیفہ:** حکیم صاحب نے اپنی تحریر کے آخر میں یہ بھی گنایا ہے کہ ہم نے اتنے صاحبوں کے قول نقل کئے اس میں بھی یہ دیانت کہ ایک ایک صاحب کو دو دو دفعہ گنا گئے چنانچہ عینی شارح بخاری عمدۃ القاری شارح بخاری لکھ ڈالا علامہ بدر الدین ابو محمد احمد عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ کو ایک جگہ عینی شارح بخاری دوسری جگہ صاحب عمدۃ القاری شارح بخاری کہہ کر گنا دیا یعنی ایک شخص کو دو بنا دیا مگر باوجود ان تمام حرکات کے ان کے نزدیک بددیانت میں ہی ٹھہرا، سبحان اللہ!



**حکیم صاحب:** اور ایک امر یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے برائے تخفیف عذاب ان شاخہائے تر کو نصب فرمایا تھا۔ جب عام طور سے یہی فعل مسنون قرار دیا جائے گا تو اس کے ساتھ ضرور ماننا پڑے گا کہ ہر صاحب قبر معذب بعذاب الٰہی ہے۔ اس میں تمام علماء صالحین و اولیاء کاملین و ائمہ مجتہدین و اکابر معتمدین داخل ہو گئے اس پر بعقیدۂ مجیب صاحب یہ لازم آوے گا کہ کوئی شخص ناجی ہی نہیں جس قدر ہیں وہ سب ناری ہی ہیں و معذب ہیں نعوذ باللہ منہا انتہیٰ بلفظہ۔

**جواب:** حکیم صاحب کی کم علمی ہے جو انھوں نے شبہ پیش کیا کیونکہ اس خبط کا رد علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن نصر عینی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری مطبوعہ مطبع عامرہ دار السلطنۃ عثمانیہ جلد اول صفحہ ۷۹، ۸ میں پہلی ہی میں فرما چکے ہیں۔ ومنہا انہ قیل ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علل غرسہما بامر مغیب من العذاب ونحن لا نعلم ذلک مطلقا الجواب انہ لا یلزم من کوننا لا نعلم ایعذب ام لا ان نترک ذلک الا تری انا ندعو للمیت بالرحمۃ ولا نعلم انہ یرحم ام لا۔ اسی طرح شیخ الاسلام قاضی القضاۃ حافظ ابو الفضل شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے:

حاصل یہ کہ شبہ کیا گیا کہ نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم نے شاخیں جمانے کی نسبت ایک امر غیب یعنی ان کا معذب ہونا بیان فرمایا اور ہمیں اس کا مطلق علم نہیں (بعینہٖ یہی شبہ حکیم صاحب کا ہے) ائمہ مذکورین فرماتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے نہ جاننے سے کہ اس صاحب قبر پر عذاب کیا جاتا ہے یا نہیں یہ لازم نہیں آتا کہ ہم شاخیں جمانا بھی چھوڑ دیں کیا نہیں دیکھتے کہ ہم میت کیلئے رحمت کی دعا کرتے ہیں اور ہمیں معلوم نہیں کہ اس پر رحم کیا جائیگا۔ اب حکیم صاحب انصاف پر آئیں اور تسلیم کریں بحمد اللہ تعالیٰ ان کے تمام خدشات و شبہات کا کافی علاج کر دیا گیا ہے وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین حررہ

عبدہ المسکین المعتصم بحبل المتین محمد نعیم الدین

تمت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ القریب المجیب وافضل الصلوٰۃ والسلام علی المولی الحبیب وآلہ وصحبہ اولی التقریب جزی اللہ الفاضل الحبیب خیرا ویثیب وجعلہ کاسمہ نعیم الدین واتم لنا ولہ النعیم یوم الدین فقد غرس فی قبور قلوب المنکرین جرائد. فوائد من الحق المبین لیخفف عنہم الوجزان کانوا منصفین والا فلادواء لداء المتعسفین اعاذنا اللہ منہ وجمیع المسلمین والحمد للہ رب العالمین،

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا بریلوی

محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۰
آل رسول ۱۲۹۵
عبد المصطفیٰ احمد رضا خاں

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ وآلہ واصحابہ اولی الفضل والجاہ۔ اس فقیر نے حضرت فاضل علامہ کامل نحریر مولانا حافظ حکیم محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی حفظہ و الہادی وحفظہ عن شر الاعادی کا رسالہ مبارکہ فرائد النور فی جرائد القبور مطالعہ کیا اس پر مولانا کی کیا تعریف کروں کہ ایسی تحریر منیر اس کے فضل عزیز سے کچھ تعجب نہیں، ہاں وہ مضامین عجیبہ جو جناب مخالف جناب حکیم ہدایت العلی صاحب نے اپنے مغز شریف سے اتارے کمال قابل استعجاب اولی الالباب ہیں اور ان کی ہیں ہی کیا تعریف کروں ان کی تلاش تو امام عینی نے عمدۃ القاری میں اپنے متاخر امام قسطلانی نے نقل کی ہے امام مسلم نے اپنی صحیح میں ان کی مذمت فرمایا ہے کہ حضرت ابن عمر نے ان کو شرار خلق اللہ جانا ہے۔ اس سے زیادہ تعریف کیا ہو سکتی ہے

والسلام

محمدی سنی حنفی قادری رضوی
عبد المصطفیٰ ظفر الدین احمد